اسلامی تہذیب و ثقافت
Journal of Islamic Civilization and Culture (JICC)

JOURNAL OF ISLAMIC CIVILIZATION ND
Salamatullah **CULTURE(JICC)**

Volume 4, Issue 2 (July-December, 2021)
ISSN (Print):2707-689X
ISSN (Online) 2707-6903
Issue: https://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/11
URL: http://ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/67
Article DOI: https://doi.org/10.46896/jicc.v3i02.87

Title An Overview of Financial System in Nabwi Madani Era: From a Defensive Point of View

Author (s): Muhammad Salamatullah,Dr.Syed Naeem Badshah

Received on: 29 January, 2021
Accepted on: 26 November, 2021
Published on: 25 December, 2021

Citation: Muhammad Salamatullah,Dr.Syed Naeem Badshah,“ An Overview of Financial System in Nabwi Madani Era: From a Defensive Point of View ,” JICC: 4 no, 2 (2021):39-74

Publisher: Al-Ahbab Turst Islamabad

Islamic Research Index
HEC Approved Research and Indexing Agency
INTERNATIONAL Scientific Indexing
المنهل ALMANHAL
ASIAN Research Index
Crossref

Click here for more

عہدِ نبوی (ﷺ) مدنی دور کے نظامِ مالیات کا مختصر جائزہ: دفاعی نقطہ نظر سے

An Overview of Financial System in Nabwi Madani Era: From a Defensive Point of View

محمد سلامت اللہ*

سید نعیم بادشاہ**

Abstract

Most of the necessities of Human Lift are related to "wealth" whether it is direct or indirect. This is called "Resources" in other words. According to the Quran, the survival of human life depends on wealth. In Islam, along with financial system, the defense system is also important. If the financial system is good, then the defense system will also be good. Just as an Islamic State needs a strong financial system, so does a strong defense system. Whether, it is related to internal concerns or external concerns such as spending on forces. The reward of thirteen years of the Makki Era did not look, but after a few years, the reward of the same Era was given in the form of a Strong and Stable State of Madina.

After Hijra, you put the Mahajarren on Employment. Nabi (SAW) set the Equality between Mahajreen and Ansar. Meesaqe Madina fixed with Jews. These were just initial steps. Except these, In the Madani Era compared to Makki Era, the financial system exists in an organized and regular form. Then, the basis sources of financial systems for defense in Madina were, as they have a major role in the State Defense,like Zakaat, Sadqaat, Ushar, Jezia, Khiraj and Maale Ghaneemat etc.

Keywords: *Islamic State System, Islamic Defense System, Islamic Financial System*

* ایم فل اسکالر، شعبہ اسلامیات، فیکلٹی آف رورل سوشل سائنسز، زرعی یونیورسٹی پشاور

** چیئرمین، شعبہ اسلامیات، فیکلٹی آف رورل سوشل سائنسز، زرعی یونیورسٹی پشاور

تعارف واہمیت(Introduction & Importance)

اللہ تعالیٰ نے جب اس کائنات کو تخلیق فرمایا تو زمین پر اپنا خلیفہ بھیجنے کی خبر فرشتوں کو دی تو ساتھ ہی اس کی جسمانی اور روحانی ضروریات کی تسکین کے لئے بھی انتظام فرمایا۔ زندگی گزارنے کے اسباب وذرائع بنائے، راحتیں مہیا کیں، غذا، پانی، ہوا اور سورج کی روشنی جیسی نعمتوں سے نوازا۔ زمین میں رہنے کا ٹھکانہ دیا۔ نہ صرف جسمانی بلکہ روحانی ضروریات کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کا ایک سلسلہ انسانوں کے بیچ شروع کر دیا۔ دنیا میں سب سے اوّل پیغمبر حضرت آدمؑ قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو کائنات میں شروع سے لے کر قیامت تک جتنے بھی علوم (مالیات ومعاشیات) ہیں یا فنون ہیں یا چیزیں ہیں اُن سب کا علم عطا فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾[1]

ترجمہ: "اور آدمؑ کو (اللہ نے) سارے کے سارے نام سکھا دیے، پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور (اُن سے) کہا: اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام توبتلاؤ"۔

دنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام (علیہم السلام) بھیجے گئے۔ اُنہوں نے زندگی بسر کرنے کے لئے کسی نہ کسی کسب کو ضرور اپنایا۔ حضرت آدم (علیہ السلام) دنیا میں بھیجے گئے، تو اُن کے پاس اَشجارِ جنت کے کے بیج تھے۔ آپؑ نے سب سے پہلے کاشت کاری کی اور سب سے قبل آٹا پیسا اور روٹی بنائی۔ مزید ستر پوشی کے لئے جانوروں اور مویشیوں کی کھالوں سے لباس اور کپڑے تیار کئے۔ یہ تمام کام حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے حضرت آدمؑ کو سکھائے۔ حضرت شیث (علیہ السلام) جو آدمؑ کے فرزند تھے انہوں نے تعمیرات کے روزگار کا کام کیا۔ حضرت نوح (علیہ السلام) لکڑی کا کاروبار کرتے تھے۔ حضرت ادریس (علیہ السلام) کپڑے بُنے کرتے تھے۔ نیز ناپ تول اور اسلحہ بنانے کا طریقہ بھی ایجاد کیا۔ حضرت ہود (علیہ السلام) اور حضرت صالح (علیہ السلام) دونوں تجارت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ دونوں کھیتی باڑی کے علاوہ تعمیراتی کام بھی کیا کرتے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ اس کے علاوہ تیر وکمان بھی بنایا کرتے تھے۔ حضرت شعیبؑ اونٹ، بھیڑ، بکریاں وغیرہ پالتے اور اُن کے دودھ سے روزی تلاش کرتے۔ حضرت لوطؑ بھی کھیتی باڑی کرتے تھے۔ حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور اُن کے بیٹے بکریاں چَرایا کرتے۔ حضرت موسیٰؑ بھی کھیتی باڑی کے ساتھ بکریاں بھی چَرایا کرتے تھے[2]۔ اللہ تعالیٰ نے بیشتر انبیاء کرامؑ سے بکریاں چروائیں۔ حضرت محمد الرسول اللہ خاتم النبیین (ﷺ) کا ارشادِ گرامی ہے کہ: **"لیس من نبی الا و قد رعی الغنم"**[3]۔

ترجمہ: "کوئی بھی ایسا نبی نہیں جس نے بکریاں نہ چَرائیں ہوں"۔

بنی اسرائیل کی تاریخ پر اگر گہرائی سے نظر دہرائی جائے تو یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑے کرم وفضل سے نوازا مگر انہوں نے اب تک ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری کی اور کسی بھی وعظ وتنبیہ سے کوئی فائدہ

نہیں اٹھایا۔ اُن کو خبر دار اور ڈرایا گیا لیکن وہ پھر بھی ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ سینا کے صحرا میں جہاں کوئی غذا وغیرہ موجود نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے من وسلویٰ کا انتظام فرمایا۔ جب کافی مدت گزر گئی اور بنی اسرائیل من وسلویٰ سے تنگ آگئے تو انہوں عرض کیا کہ ہم زمینوں کی ترکاریاں اور سبزیاں وغیرہ کھانا چاہتے ہیں۔ اُن کی یہ آرزو بھی پوری کی گئی۔ مزید صحرائے سینا میں پانی وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے حجر (پتھر) سے اُن کے لئے چشمے بھی جاری فرمادیئے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اُن کو خلافت جیسے عظیم نعمت سے بھی نوازا جس کی بھی قدر نہیں کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے وہ نعمتِ کبریٰ بنو اسماعیل میں منتقل کردی۔ اور اس طرح آخری پیغمبر ورسول ہونے کی سعادت نبی کریم (ﷺ) کے حصّے میں آئی۔ آپ (ﷺ) کی رسالت ونبوّت کا دائرہ کار پوری عالم انسانیت کے لئے محتوی ہے۔ آپ (ﷺ) کی بعثت کے ساتھ ہی سابقہ شریعتیں منسوخ ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) پر اپنے دین اور شریعت کی تکمیل فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ختم نبوت کے صدقے آپ (ﷺ) کو شعبہ زندگی سے وابستہ اکثر وبیشتر علوم سے نوازا۔ جن میں سے ایک شعبہ نظامِ مالیات کا بھی ہے۔ مدنی دور میں نظامِ مالیات ایک منظم اور باقاعدہ شکل وجود میں آیا۔ ریاست کی اگر مالیاتی نظام کمزور ہو تو اس کی دفاع بھی کمزور ہوتی ہے اس لئے ہر زمانہ میں نظامِ دفاع انحصار کرتی ہے نظامِ مالیات کے مضبوط ہونے پر۔ مطلب یہ دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ جیسا کہ غزوہ تبوک کے موقع پر ریاست کی دفاع کے لئے مال کی ضرورت پڑی تھی۔ اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیھم اجمعین) نے اس میں بھر پور حصہ لیا تھا۔

مقاصدِ تحقیق (Objectives of Research)

زیرِ نظر تحقیقی مجلہ کے درجہ ذیل دو مقاصد ہیں:

1۔ دفاعی نقطۂ نظر سے عہدِ نبوی مدنی دور میں موصول ہونے والے ذرائعِ مالیات کا جائزہ

2۔ دفاعی نقطۂ نظر سے عہدِ نبوی مدنی دور میں نظامِ مالیات کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنا

دفاع سے متعلق مصارفِ زکوٰۃ

قرآن مجید نے زکوٰۃ کے مصارف جو بیان کیے ہیں وہ آٹھ (08) ہیں۔ جن میں سے ایک "مؤلفۃ القلوب" ہے اور دوسرا "فی سبیل اللہ"۔ ان دونوں مدوں کا تعلق کسی نہ کسی درجے میں دفاع سے متعلق ہے۔

1۔ المؤلفۃ القلوبھم فی عہد الرسول (ﷺ)

مؤلفۃ القلوب سے وہ نَو مسلم مُراد ہے جن کی دلجوئی اور اسلام پر اُن کو جمانے اور قبول اسلام کی بنا پر پیش آنے والی پریشانیوں سے نجات دلانے کے لئے شعبۂ زکوٰۃ سے اُن کی مدد کی جاتی ہے اور اس طرح زکوٰۃ سے دوہرا نفع حاصل کیا جاتا ہے، ایک طرف مستحق تک زکوٰۃ بھی پہنچتی ہے اور دوسری جانب دینِ اسلام کو افرادی قوت بھی حاصل ہوتی

ہے۔ نبی کریم (ﷺ) کے دور میں باقاعدہ اس کا نظام قائم کیا گیا تھا اور اس سے مستفید ہونے والے افراد کی ایک فہرست تھی، امام رازیؒ نے پندرہ (15) اشخاص کا نام دیا ہے، جن کو غزوہ حنین کے یوم رسول اللہ (ﷺ) نے نوازا تھا:

(۱) ابوسفیان (۲) اقرع بن حابس (۳) عتبہ بن حصن (۴) حویطب بن عبد العزی (۵) سہیل بن عمرو (۶) حارث بن ہشام (۷) سہیل بن عمرو الجمحی (۸) ابو السنابیل (۹) حکیم بن حزام (۱۰) مالک بن عوف (۱۱) صفوان بن امیہ (۱۲) عبد الرحمن بن یربوع (۱۳) الجد بن قیس (۱۴) عمرو بن مرداس (۱۵) العلاء بن الحارث[4]۔

مؤلفۃ القلوب کی قسمیں

علماء کرام نے لکھا ہے کہ دورِ نبوی (ﷺ) میں مؤلفۃ القلوب کی چھ (06) قسمیں تھیں۔ ان میں سے دو قسموں کا تعلق غیر مسلموں سے تھا:

(1) وہ غیر مسلم جن سے خیر کی امید ہو۔

(2) وہ غیر مسلم جن کے شر کا خوف ہو۔

مذکورہ دو قسموں کے علاوہ چار قسموں کا تعلق مسلمانوں سے تھا:

1۔ وہ کمزور ایمان والے مسلمان جن کو ایمان پر جمنے کے لئے مدد دی جاتی تھی۔

2۔ بعض نو مسلم کی اس لئے مدد کی جاتی تا کہ دوسرے غیر مسلموں کو دینِ اسلام کی جانب آنے کی رغبت پیدا ہو۔

3۔ سرحد پر رہنے والے مسلمانوں کی مالی مدد کی جاتی تا کہ موقع پر وہ اسلامی فوج کا تعاون کریں۔

4۔ بعض مسلمانوں کی مالی امداد اس لئے کی جاتی کہ مقامی قبائل سے صدقات کی وصولیابی میں عُمّال کی مدد کریں[5]۔

مؤلفۃ القلوب کے بارے میں دو باتیں خاص اہمیت کی حامل ہیں:

1) مؤلفۃ القلوب میں غیر مسلم بھی داخل ہیں؟ اور کیا زکوٰۃ غیر مسلم کو بھی دی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

2) کیا مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینے کا حکم باقی ہے یا منسوخ ہو چکا ہے؟

تفصیل:

(1) پہلے مسئلے کے بارے میں مشہور بات وہی ہے کہ دورِ نبوی (ﷺ) میں غیر مسلموں کو بھی تالیف قلب کے لئے زکوٰۃ دی جاتی تھی۔ البتہ علماء محققین کی رائے اس کے خلاف ہے، محققین کے نزدیک درست بات یہ ہے کہ دورِ نبوی (ﷺ) میں بھی زکوٰۃ صرف مسلم کو دی جاتی تھی، غیر مسلموں کو زکوٰۃ کے مال سے نہیں بلکہ بیت المال کے دوسرے مدات سے مال دیا جاتا تھا۔ امام رازیؒ، علامہ قرطبیؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور علماء متاخرین میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ وغیرہ نے اس موضوع پر تفصیلی کلام کیا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ جن غیر مسلموں کا ذکر اس ذیل میں

ملتاہے ان کا زکوٰۃ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ امام رازی (رحمہ اللہ) رقم طراز ہے: "ھذہ العطایا انما کانت یو م حنین ولا تعلق لہا بالصدقات"[6]۔

ترجمہ: "یہ عطایا حنین کے موقعہ پر دیئے گئے، مگر ان کا زکوٰۃ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔"

اسی طرح قرطبیؒ رقم طراز ہے: "وبالجملة فکلہم موٴمن ولم یکن فیہم کافر"[7]۔

ترجمہ: "خلاصہ یہ کہ یہ سب مومن تھے ان میں کوئی غیر مسلم نہیں تھا"۔

قاضی ثناء اللہؒ فرماتے ہیں: "لم یثبت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطٰی احدًا من الکفار للایلاف شیئًا من الزکوۃ"[8]۔

ترجمہ: "یعنی یہ بات کسی روایت سے ثابت نہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے کسی غیر مسلم کو مال زکوٰۃ سے اس کی دلجوئی کے لئے حصہ دیا ہو"۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: "اس کی تائید تفسیر کشّاف کی اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ مصارف صدقات کا بیان یہاں ان کفار ومنافقین کے جواب میں آیا ہے جو رسول اللہ (ﷺ) پر صدقات کے تقسیم کے بارے میں اعتراض کیا کرتے تھے، کہ ہم کو صدقات نہیں دیتے، اس آیتِ صدقات میں مصارف صدقات کی تفصیل بیان فرمانے سے مقصد یہ ہے کہ ان کو بتلایا جائے کہ کافر کا حق مال صدقات میں نہیں ہے"۔ اگر موٴلفۃ القلوب میں کافر بھی داخل ہوں تو اس جواب کی ضرورت نہ تھی۔ امام بیہقی، ابن سید الناس اور امام ابن کثیر وغیرہم سب نے یہی کہا ہیں کہ حضور (ﷺ) کا یہ عطا مال زکوٰۃ سے نہیں بلکہ خُمسِ غنیمت سے تھی۔ اس تفصیل سے وضاحت ملتی ہے کہ موٴلفۃ القلوب میں غیر مسلم شامل نہیں تھے اور دورِ نبوت (ﷺ) میں بھی زکوٰۃ صرف ان نومسلموں کو دی جاتی تھی جن کی دلجوئی کرنا مقصود ہوتی تھی۔

(2) دوسرا مسئلہ کہ موٴلفۃ القلوب کا حکم باقی ہے یا منسوخ ہوچکا ہے؟ احناف کے نزدیک چونکہ عامل کو چھوڑ کر تمام اصناف زکوٰۃ میں فقر واحتیاج کی شرط ہے، اس لحاظ سے موٴلفۃ القلوب کو منسوخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں ہے، لیکن اگر مراد اس سے صاحبِ ثروت مسلمان ہیں تو یہ بات واضح ہے کہ زکوٰۃ کی روح اور مزاج کے لحاظ سے ایسے مسلم کو زکوٰۃ دیئے جانے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے کہ زکوٰۃ کا تمام نظام ضرورت مند مسلمانوں کے لئے ہے اور غالباً اسی معنٰی میں احناف کی طرف سے نسخ کی نسبت کی جاتی ہے۔ چاروں اماموں میں صرف امام احمد بن حنبلؒ ہی ہیں کہ جو موٴلفۃ القلوب کی مذکورہ بالا چھ قسموں میں سے ہر قسم کو آج تک باقی مانتے ہیں، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور مالدار ہو یا غریب، ان کے علاوہ باقی تمام ائمہ مذکورہ چھ قسموں میں سے کسی نہ کسی قسم کو ضرور منسوخ مانتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزد ان چھ قسموں میں سے آخری دو قسمیں اب بھی باقی ہیں اور باقی چار قسموں کے بارے میں ان کے یہاں دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں[9]۔ حضرتامام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ تمام قسموں کو منسوخ مانتے ہیں۔ البتہ الموسوعۃ الفقہیہ میں

حضرت امام مالکؒ کا قولِ معتمد نقل کیا گیا ہے کہ مؤلفۃ القلوب منسوخ نہیں ہے[10]۔ اوپر مؤلفۃ القلوب کی جو حقیقت بیان کی گئی ہے اس کی روشنی میں بعض محققین کی رائے یہ ہیں کہ احناف کے نزدیک بھی اس کو منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ مولفۃ القلوب کا حصہ چاروں ائمہ کے نزدیک منسوخ نہیں ہے۔ بہر حال یہ حصہ قائم اور باقی ہے۔

2۔ مصارف زکوٰۃ میں 'فی سبیل اللہ' سے مراد

قرآنِ کریم نے مَصارفِ زکوٰۃ میں سے ساتواں مصرف فی سبیلِ اللہ ہے۔ فی سبیل اللہ سے مراد کیا ہے؟ سبیل کا لغوی معنی طریق اور راستہ کے ہیں اور سبیل اللہ کے معنیٰ ہے وہ راستہ جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل ہو۔ علامہ ابن اثیرؒ فرماتے ہیں کہ سبیل اللہ کا لفظ عام ہے جو کہ ہر اس عمل کو شامل ہے جس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو خواہ وہ عمل فرض ہو واجب ہو یا سنت ہو یا مستحب۔ اس لفظ کا اطلاق مطلقاً جہاد پر ہوتا ہے اور اس معنیٰ میں یہ لفظ اس کثرت سے استعمال ہوا ہے کہ اس کا معنیٰ جہاد ہی متصوّر ہونے لگا ہے[11]۔ قاضی ابن العربیؒ فی سبیل اللہ کی تفسیر میں امام مالکؒ کا یہ قول روایت کرتے ہیں کہ فی سبیل اللہ کی کئی شکلیں ہیں لیکن میرے معلومات کے مطابق اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہاں پر جہاد مراد ہے۔ محمد بن الحکمؒ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ گھوڑوں، ہتھیاروں اور جنگی آلات پر صَرف کی جائے گی اور دشمن کو اس کے اقدام سے روکنے کے لئے خرچ کی جائے گی۔ مدنی دور میں اس کی مثال ملتی ہے جب رسول اللہ (ﷺ) نے سہل بن ابی حثم کے واقعہ میں بغاوت کو فرو کرنے کے لئے زکوٰۃ کے سو اونٹ عطا فرمائے[12]۔ متن خلیل کی شرح الدردیر میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ میں سے مجاہد کو ہتھیار اور گھوڑا خریدنے کے لئے دیا جائے گا خواہ مجاہد مالدار کیوں نہ ہو، اس لئے کہ جہاد کے صفت کے ساتھ فقر کے صفت کا ہونا ضروری نہیں ہے اور مالِ زکوٰۃ میں سے اس جاسوس کو بھی دیا جاسکتا ہے جو دشمن کی خبریں پہنچائے خواہ وہ کافر کیوں نہ ہو۔ البتہ کافروں سے محفوظ ہونے کے لئے زکوٰۃ کی مد سے شہر پناہ کی دیوار بنانا یا مقابلے کے لئے جانے کے لئے سواری بنانا جائز نہیں ہے[13]۔

مصارفِ زکوٰۃ والی آیتِ کریمہ میں لفظ فی سبیل اللہ کا استعمال

لفظ فی سبیل اللہ کے انفاق کے ساتھ دو مفاہیم ہیں عام اور خاص۔ اور ان دونوں مفاہیم کا رعایت کرتے ہوئے یہ دیکھنا ہے کہ مصارفِ زکوٰۃ والی آیتِ کریمہ میں لفظ فی سبیل اللہ کا کیا مفہوم ہے؟ اگرچہ وہاں لفظِ انفاق نہیں آیا البتہ بہر حال ملحوظ ہے۔ یہاں پر لفظ فی سبیل اللہ کا عام مفہوم مراد نہیں ہے کیونکہ یہ عموم کئی جہتوں پر مشتمل ہے جن کی تمام اصناف اور اشخاص کا حَصر نہیں ہو سکتا کو کہ آٹھ مصارفِ زکوٰۃ کے تعین کے بَر خلاف ہے، جیسا کہ ظاہر آیت اس طرف اشارہ کرتی ہے اور جیسا کہ حدیثِ مبارکہ ہے۔ ایکدفعہ حضرت محمد الرسول اللہ خاتم النبیین (ﷺ) کی

خدمتِ اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور مدِّز کوٰۃ سے امداد کا طالب ہوا، نبی کریم (ﷺ) نے مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

"ان اللہ تعالیٰ لم یرض بحکم نبی ولا غیرہ فی الصدقات حتی حکم فیہا ہو فجزّأها ثمانیة فان کنت من تلک الاجزاء اعطیتک حقک"۔[14]

ترجمہ: "صدقات کی تقسیم کو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی یا غیر نبی کے حوالہ نہیں کیا؛ بلکہ خود ہی اس کے آٹھ مصرف متعین فرمادیئے اگر تم ان آ ٹھ میں داخل ہو تو تمہیں دے سکتا ہوں۔"

عہد رسول اللہ (ﷺ) اور عہد صحابۂ کرام میں متعدد احادیث نقل ہیں جو اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ لفظ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد (قتال) ہے، جیسے کہ ایک صحیح حدیث میں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ قول منقول ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ: 'میں فی سبیل اللہ (راہِ خدا) گھوڑے پر سوار ہوا'۔ ایک اور حدیثِ مبارکہ ہے:

"حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ مَنْظُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدْوَةٌ أَوْ رَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنْ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا"۔[15]

ترجمہ: "رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک صبح اور ایک شام دنیا ومافیہا سے بہتر ہے"۔

ایک روایت میں ہے: "مشرکین سے جہاد کرو، اپنے مال کے ذریعے، اپنی نفس کے ذریعے اور اپنی زبانوں کے ذریعے اور اپنے ہاتھوں کے ذریعے"[16]۔ پس علم ہوا کہ جہاد فقط تلوار کی جنگ کا نام نہیں ہے، بلکہ بعض اوقات اور حسبِ ضرورت مال کے ذریعے جہاد ہوتا ہے۔ کبھی جسمانی طاقت کا استعمال ہوتا ہے اور کبھی لسانی طاقت کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: "'جو آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے وعدے کو سچا سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑا تیار کرتا ہے تو اس کا پیٹ بھرنا، پانی سے سیراب کرنا، اس کی لَید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن اس کی میزان میں نیکیاں لکھی جائیں گی"[17]۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ "جس شخص نے درراہِ خدا کچھ خرچ کیا اس کو سات سو گنا کر کے لکھا جائے گا"[18]۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی روایات موجود ہیں اور کسی شخص نے بھی لفظ فی سبیل اللہ سے جہاد کے علاوہ اور کوئی مطلب نہیں لیا ہے۔ یہ تمام قرائن اس چیز پر دال ہیں کہ آیتِ مصارف میں لفظ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہی ہے۔ جیسا کہ جمہور مفسرین کی رائے ہے۔ البتہ یہاں پر لغوی اور اصل مفہوم میں نہیں ہے اور اسی پر یہ روایت کہ "پانچ آدمیوں کے سوا کسی کو صدقہ حلال نہیں ہے اور اس میں آپ (ﷺ) نے غازی فی سبیل اللہ کا ذکر بھی فرمایا"[19]۔ ان تمام دلائل کے کو ملحوظِ نظر رکھتے ہوئے اس بات کو ترجیح حاصل ہے کہ لفظ فی سبیل اللہ تمام مصالح اور قربات پر مشتمل نہیں ہے اور اس میں اس قدر توسع نہیں ہے بلکہ اس میں زیادہ تضییق بھی نہیں ہے کہ اس کو صرف جنگی مفہوم میں جہاد کے معنی میں مقید سمجھا جائے۔ جہاد تو زبان سے

بھی ہوتا ہے اور قلم سے بھی، تربیتی بھی ہوتا ہے اور فکری بھی، اجتماعی بھی اور معاشی واقتصادی بھی، سیاسی بھی اور عسکری بھی۔ نیز جہاد کی ان تمام اقسام کے لئے امداد کی اور دولت کی ضرورت ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے عطیہ المعوفی سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے اور انھوں نے حضورِ کریم (ﷺ) سے کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا:

"عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم :(لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِیِّ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ: فِی سَبِیْلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَرَجُلٍ کَانَ لَهُ جَارٌ فَتُصُدِّقَ عَلَیْهِ فَاَہْدٰی لَهُ)"[20]

ترجمہ: "کسی مالدار کے لئے تین صورتوں کے سوا زکوٰۃ حلال نہیں ہے۔ ایک یہ کہ وہ خدا کی راہ میں نکلا ہو، دوسرا یہ کہ وہ مسافر ہو اور تیسرا یہ کہ اس کا کوئی مسکین پڑوسی ہو جسے بطورِ زکوٰۃ کوئی چیز دی گئی ہو اور وہ تحفہ کے طور پر یہ چیز اپنے پڑوسی کو بھیج دے"۔

اس روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ دولت مند غازی کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

مدنی عہد میں نفلی صدقات کا فی سبیل اللہ میں خرچ کر کے دفاعی قوت کو مضبوط بنانا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں پر زکوٰۃ، عشر، فطرانہ اور قربانی صاحبِ استطاعت ہونے کی صورت میں فرض کی ہے۔ ان کے سوا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا معاملہ انسان کے اپنے اختیار اور مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ نبی اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: "ان فی المال لحقاً سوی الزکاۃ"[21]۔ ترجمہ: "بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے"۔ اس اعتبار سے نفلی صدقہ ایک اختیاری عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے کی اپنی جانب میلان کو جانچتا ہے کہ کیا وہ فرض اور واجب کے سوا بھی اس کے راستے میں اپنا مال صرف کرنے کو ترجیح دیتا ہے یا اپنا مال دوسروں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرنے سے گریز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خاص طور پر اعلائے کلمۃ اللہ، دینِ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنوں سے حفاظت کرنے کے لئے جہاد کی تمام صورتوں میں صرف کرنے پر بڑے اجر وثواب کی بشارت سنائی ہے فرمایا:

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ [22]

ترجمہ: "اللہ کے ہاں تو انہی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے جنہوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان ومال سے جہاد کیا وہی کامیاب لوگ ہیں"۔

مذہبِ اسلام میں جہاد فی سبیل اللہ کا جو مقام ومرتبہ واہمیت ہے وہ کسی مسلمان سے چھپی نہیں۔ جہاں کہیں جہاد فی سبیل اللہ کی غرض اعلائے کلمۃ اللہ ہے وہاں کسی بھی حکومت کے نظریاتی تشخص کو قائم اور برقرار رکھنے اور دفاعی لحاظ سے مستحکم کرنے کے لئے بھی جہاد فی سبیل اللہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے حضورِ اقدس (ﷺ) نے جہاد فی

سبیل اللہ کو بہترین عمل قرار دیا ہے، مزید فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ کے مساوی کوئی بھی عمل نہیں۔ ارشاد نبوی (ﷺ) ہے:

"عن ابی ھریرۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قال: جاء رجلٍ الی رسولِ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فقال: دُلنی علی عمل یعدل الجھاد قال: ((لاٰاجدہ)) قال: ((ھل تستطیع اذا خرج المجاھد ان تدخل مسجد ک فتقوم ولا تفتر وتصوم ولا تفطر)) قال: ومن یستطیع ذلک؟ قال ابوھریرۃ: ان فرس المجاھد لیستن فی طولہ فیکتب لہ حسنات"[23]۔

ترجمہ: "سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی (ﷺ) کے پاس ایک شخص نے پیش ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجیے جو جہاد فی سبیل اللہ کے مساوی ہو۔ آپ نے فرمایا: مجھے ایسا کوئی عمل معلوم نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ: کیا تم اس کی طاقت رکھتے ہو کہ جب مجاہد اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلے تو تم اپنی مسجد میں داخل ہو جاؤ، پھر کسی توقف کے مسلسل قیام کرتے رہو اور بغیر افطار کے مسلسل روزے رکھتے رہو؟ اس نے کہا: کون ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو؟ ابوہریرہ نے فرمایا: بے شک جب مجاہد کا گھوڑا لمبی دوڑ دوڑتا ہے تو اس کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں"۔

مذکور بالا حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جہاد فی سبیل اللہ افضل ترین عمل ہے اور جب جہاد افضل ترین عمل ہے تو جہاد میں اپنا مال خرچ کرنا افضل و بہترین عمل کیوں نہ ہو گا کیونکہ بغیر مال و دولت کے تو جہاد ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں بیشتر جگہوں پر جہاں جہاد فی سبیل اللہ کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں "باموالکم وانفسکم" کے الفاظ بھی ذکر فرمائے ہیں کہ اپنے مالوں اور اپنی نفسوں کے ساتھ جہاد کیا کرو، بلکہ قابل توجہ بات یہ ہے کہ نفس سے پہلے مال کا ذکر ہے۔ نبی کریم (ﷺ) بنفس نفیس اور آپ کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم اجمعین) کا اسوہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ وہ کس طرح جہاد فی سبیل اللہ میں اپنی مال و دولت خرچ کیا کرتے تھے۔ دورِ نبوی (ﷺ) میں جتنی دولت صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) نے دفاعی اور اقدامی جہاد کے لئے خرچ کیا تھا شاید ہی کسی اور جگہ میں اتنا مال صرف کیا ہو۔ نبی اکرم (ﷺ) نے جب بھی جہاد کے لئے صحابہ کرام سے مال پیش کرنے کو فرمایا، صحابہ کرام نے اپنے مالوں کے ڈھیر لگا یا۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے گھرانے کا سارا مال اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے گھر کا نصف سامان نبی اکرم (ﷺ) کی خدمتِ اقدس میں جہاد ہی کے لئے پیش کیا تھا۔ ایک روایت میں نبی کریم (ﷺ) نے مجاہد فی سبیل اللہ کو تیار کرنے کے لئے اپنا مال و دولت پیش کرنے والے کو ثواب میں مجاہد کے مساوی قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "من جھز غازیا فی سبیل اللہ فقد غزا ومن خلف غازیا فی سبیل اللہ بخیر فقد غزا"[24]۔

ترجمہ: "جس شخص نے مجاہد کو سازو سامان تیار کر کے دیا گویا اس نے خود جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے گھر بار کی اچھے طریقے سے نگرانی کی، اس نے بھی جہاد کیا"۔

فوجی یا مجاہد کو تیار کرنے سے مراد اس کو اسلحہ فراہم کرنا، اس کے ساتھ مالی تعاون کرنا، جہاد کے لئے سواری اور دیگر سفر وغیرہ کے اخراجات فراہم کرنا ہے۔ جب فوجی محاذ پر ہو اور اس کے اہل و عیال میں کوئی کمانے والا نہ ہو تو فوجی کے بیوی، بچوں اور والدین وغیرہ کے کھانے، پینے، لباس، رہائش وغیرہ کے تمام اخراجات ادا کرنے کو بھی نبی اکرم (ﷺ) نے جہاد فی سبیل اللہ کے عمل میں سے قرار دیا ہے اور اگر فوجی شہید ہو جاتا ہے تو اس کے ورثاء کی دیکھ بھال کرنا بھی اسی میں شامل ہے۔ اور جو شخص بنفسِ نفیس جہاد فی سبیل اللہ میں شریک نہیں کر سکتا البتہ وہ ایک ایسے شخص یا جماعت کی امداد کرتا ہے جو فوجیوں کو تیار کر کے جہاد کے لیے بھیج دیتے ہیں تو وہ عملاً جہاد میں شریک ہوتا ہے اور مجاہد کا ثواب بھی حاصل کرتا ہے۔ جن لوگوں نے بدر کے مجاہدین کی امداد کی اور احد کے لیے مجاہدین کے لیے زادِ راہ تیار کیا اور مجاہدینِ تبوک کے لئے اپنے اموال کو خرچ کیا، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یومِ محشر ان مجاہدین کے ساتھ ہوں گے۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کے فرمان پر لبیک کہا اگرچہ عملاً مجاہدین کے ساتھ شریک ہونے سے معذور رہے لیکن وہ حقیقت میں جہاد سے پیچھے نہ رہے۔ عہدِ نبوی (ﷺ) میں اس کی بہت نظیریں ملتی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ نبی اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس زائد سواری ہو وہ ایسے آدمی کو سواری دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس زائد توشہ ہو وہ ایسے آدمی کو توشہ دے جس کے پاس توشہ نہ ہو (حضورِ اکرم (ﷺ) نے اس قدر اہتمام سے یہ بات فرمائی) ہم کو یہ گمان ہونے لگا کہ کسی آدمی کا اپنے کسی ایسے مال میں حق ہی نہیں جو اس کی ضرورت سے زائد ہو"[25]۔ اسی طرح کی ایک اور روایت سیدنا عقبہ بن عامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:"ان الله يدخل الجنة بالسهم الواحد ثلاثة، صانعه والممد به والرمى به فى سبيل الله"[26]۔

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین افراد کو جنت میں داخل فرمائے گا، تیر بنانے والے کو، مجاہد کو تیر فراہم کرنے والے کو اور اللہ کی راہ میں تیر چلانے والے مجاہد کو"۔

مال اور جان کے ساتھ جہاد کرنے والے کو نبی (ﷺ) نے سب سے بہترین انسان قرار فرمایا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روایت ہے کہ رسولِ اکرم (ﷺ) سے عرض کیا گیا کہ: یارسول اللہ!"اى الناس افضل؟ فقال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) : مؤمن يجاهد فى سبيل الله بنفسه وماله)) قالوا: ثم من ؟ قال: مؤمن فى شعب من الشعاب يتقى الله ويدع الناس من شره"[27]۔

ترجمہ: "کون شخص سب سے افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ مومن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: وہ مومن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہنا اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو اور لوگوں سے دُور رہ کر اپنے شر سے انہیں محفوظ رکھتا ہو"۔

قرآن مجید میں مال اور جان کے ساتھ جہاد کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ایسی تجارت قرار دیا ہے جو دردناک عذاب سے بچانے والی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۔ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ"[28]

ترجمہ: "اے لوگوں جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتلاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ وہ یہ کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو"۔

محبوبِ خدا (ﷺ) نفلی صدقات کے واسطے مخلوقِ خدا کا دل جیتتے تھے۔ دینِ اسلام اور رسول اللہ (ﷺ) فدائی امی وابی سے نفرت کرنے والے اور مسلمانوں سے دشمنی و بغض رکھنے والے لوگوں کو جب آپ (ﷺ) صدقات کے مال عطا فرماتے تو اس سے ان کے دلوں میں آپ کے لئے اور اہلِ اسلام کے لئے محبت پیدا ہو جاتی اور وہ آپ (ﷺ) کی ذات اور آپ کی دعوت پر سوچ بچار کرنے کے بعد بالآخر اسلام قبول کر لیتے تھے۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا کہ مسلمانوں کی افرادی قوت مضبوط اور مستحکم ہو جاتی تھی۔ مثلاً: ابن شہابؒ کا قول ہے کہ سرکارِ دوعالم (ﷺ) نے مکہ فتح ہونے کے بعد مسلمانوں کے ساتھ مل کر غزوہ حُنین لڑی اور اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو فتح سے نوازا۔ رسول اللہ (ﷺ) نے اس موقع پر صفوان بن امیہ کو 100 اونٹ دیئے، پھر 100 اونٹ عطا فرمائے اور پھر 100 اونٹ عطا فرمائے (یعنی کل 300 اونٹ) صفوان بن امیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں:

"واللہ لقد عطانی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ما اعطانی وانہ لابغض الناس الی فما برح یعطینی حتی انہ لاحب الناس الی"[29]۔

ترجمہ: "اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا جو بھی عطا فرمایا۔ آپ میری نظر میں تمام لوگوں سے زیادہ قابلِ نفرت تھے۔ آپ مجھے مسلسل عطا فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ میری نظر میں تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گئے"۔

حضرت فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک (ساعۃ العسرۃ/ تنگی کی گھڑی) کے موقع پر رسول اللہ (ﷺ) نے ہمیں جہاد کے لئے صدقات جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت

میرے پاس مال بھی تھا چنانچہ میں نے دل میں سوچا: اگر میں صدیقِ اکبر سے آگے بڑھنا چاہتا ہوں تو آج کا دن ہے۔ اس لئے میں نے آپ (ﷺ) کی خدمت میں اپنے گھر کا آدھا مال پیش کر دیا۔ سرورِ کونین (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اے عمر! آپ نے اپنے گھر والوں کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ میں نے کہا: ہاں اسی مقدار۔ اس کے بعد یارِ غار ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے اپنے گھر کا سارا مال پیش کر دیا۔ حبیبِ خدا (ﷺ) نے پوچھا: اے ابو بکر! کیا تم نے اپنے اہل وعیال کے لئے کچھ چھوڑا بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! میں نے اپنے اہل وعیال کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑا ہے۔ عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ تب مجھے یہ کہنا پڑا: کہ میں کسی بھی چیز میں کبھی بھی صدیقِ اکبر سے سبقت نہیں لے جا سکتا[30]۔ حقیقتاً جو لوگ تبوک کے جنگ میں شامل تھے ان کے اہل وعیال اور اہل مدینہ کے بوڑھے اور جوان قیامت کے دن اُن کا حشر مجاہدین تبوک کے ساتھ ہو گا۔ غزوہ تبوک کے جہاد پر نکلنے سے پہلے بچوں نے چھریاں اور چھوٹے ہتھیار آپ (ﷺ) کی خدمت میں پیش کر دیے۔ اسی طرح خواتین اور دلہنوں نے اپنے زیورات دے دیے، بات یہاں تک پہنچی کہ بوڑھوں لوگوں نے اپنا مال و متاع غزوہ تبوک کے چندے میں نبیپاک (ﷺ) کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ ہر فرد اپنے توفیق کے مطابق نے کچھ نہ کچھ حصہ ڈالا تاکہ اس کا حصہ بھی جہاد میں شامل ہو جائے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) نے اس روز سب سے زیادہ مال صرف کیا۔ آپ نے تقریباً دو سو (200) اوقیہ چاندی یعنی آٹھ ہزار درہم آپ (ﷺ) کی خدمت میں پیش کیے۔ اسی طرح اس موقع پر حضرت عاصم انصاری نے نوے وسق (تقریباً پونے پانچ سو من) کھجور آپ (ﷺ) کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اسی جنگ میں حضورِ اکرم (ﷺ) نے صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کو کہا اور اغنیاء کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سواریاں دینے اور خوب خرچ کرنے کی ترغیب فرمائی۔ چنانچہ اغنیاء نے اجر وثواب لینے کے شوق میں خوب سواریاں دیں۔ اس جنگ میں حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اتنا زیادہ مال خرچ کیا کہ ان سے زائد کوئی نہ کر سکا۔ آپ نے اس غزوہ میں دو سو اونٹ سواری کے لئے دیئے[31]۔ حضرات عباس بن عبد المطلب اور طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ عنہم) نے بھی اپنا بہت سا مال حضورِ اکرم (ﷺ) کی خدمتِ اقدس میں لے کر آئے۔ اسی طرح حضرت سعد بن عبادہ بھی بہت سارا دولت لائے اور اسی طرح محمد بن مسلمہ نے بھی اپنی استطاعت کے مطابق مال پیش کر دیا۔ حضرت اُمّ سنان اسلمیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہے کہ "میں نے دیکھا کہ حضرت اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر میں حضورِ اقدس (ﷺ) کے سامنے ایک کپڑا بچھا ہوا تھا جس پر بازو بند، کنگھن، بالیاں، پازیب، انگوٹھیاں اور بہت سے زیورات وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ یہ کپڑا زیورات سے لدا ہوا تھا جو کہ غزوہ تبوک کی تیاری کے لئے عورتوں نے فوجیوں کی مدد کے لئے جمع کیا تھا"[32]۔ حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) بھی مجاہدوں کی مدد میں کسی سے پیچھے نہیں تھی۔ آپ دستکاری اور ہاتھوں کے ہنر کی ماہر تھیں

۔ آپ کھال رنگا کرتی اور کھال سیا کرتی، پھر سی کر فروخت کر دیتی اور اس کی قیمت اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا کرتیں تھی[33]۔ حضرت عبد الرحمن بن سمرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روایت ہے کہ نبی اکرم (ﷺ) جب جیش العسرہ (جہاد) کی تیاریاں کر رہے تھے تو حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی آستین میں تقریباً ہزار دینار لے آئے اور انہیں نبی اکرم (ﷺ) کی خدمت میں پیش کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ (ﷺ) فرما رہے تھے: "ماضر عثمان ما عمل بعد الیوم"[34]۔

ترجمہ: ''آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں انہیں نقصان نہیں ہو گا''۔

حضرت ابو مسعود انصاری کی روایت ہے کہ "ایک شخص نکیل پڑی ہوئی اونٹنی لے کر آیا اور دربارِ رسالت میں عرض کیا کہ (یارسول اللہ) میں یہ اونٹنی جہاد میں دیتا ہوں۔ حضورِ انور (ﷺ) نے فرمایا تمہیں قیامت کے روز اس کے عوض ایسی سات سو اونٹنیاں ملیں گی کہ ان سب کی نکیل پڑی ہوئی ہو گی"[35]۔ دورِ رسالت میں حضورِ اکرم (ﷺ) اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اگر خود کسی معقول عذر کی بنیاد پر جہاد میں نہیں جاسکتے تھے تو اپنی جگہ اللہ کی راہ میں کسی اور کو تیار کرتے تھے اور اس کی مالی تعاون فرماتے تھے۔ حضرت جبلہ بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ "جب نبی اکرم (ﷺ) خود کسی غزوہ میں تشریف نہ لے جاتے تو اپنے ہتھیار وغیرہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) یا حضرت اسامہ (رضی اللہ عنہ) کو دے دیتے"[36]۔ حضرت انس بن مالک روایت نقل کرتے ہیں کہ "اسلم قبیلہ کے ایک نوجوان شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں مگر تیاری کے لئے میرے پاس مال وسامان نہیں ہے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا فلاں انصاری کے پاس چلے جاؤ، اس نے پہلے سے ہی جہاد کی تیاری کی ہوئی تھی اب وہ بیمار ہو گئے ہیں اور اس سے بولنا کہ رسول اللہ (ﷺ) تمہیں سلام کہہ رہے ہیں اور اسے یہ بھی بتلانا کہ تم نے جنگ کے لئے جو سامان وغیرہ تیار کیا تھا وہ مجھے دے دو۔ اس طرح وہ نوجوان اس انصاری کے پاس چلا گیا اور پوری بات اس سے کہی۔ اس پر اس انصاری نے اپنی زوجہ سے کہا! تم نے جو کچھ میرے لئے تیار کیا تھا وہ اس نوجوان کو دے دو اور اس سامان میں سے کوئی چیز نہ رکھنا کیونکہ اللہ کی قسم! تم اس میں سے جو چیز بھی رکھو گی اس میں اللہ تعالیٰ برکت نہیں فرمائیں گے"[37]۔ اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) نقل فرماتے ہیں کہ "حضورِ اکرم (ﷺ) نے ایک بار کسی غزوہ میں جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا اے مہاجرین اور انصار کا گروہ! تمہارے کچھ بھائی ایسے ہیں جن کے پاس نہ مال ہے اور نہ ان کا کوئی خاندان ہے جو بھی ان کو مال عطا فرمائے۔ لہٰذا آپ میں سے ہر ایک اپنے ساتھ ایسے دو یا تین افراد کو ملالے۔ (چنانچہ ہر سواری والے نے اپنے ساتھ ایسے نادار، دو یا تین ساتھ لے لیے) اور ہم سوار بھی انہیں کی طرح محض اپنے نمبر پر سوار ہوتے (یعنی سواری کے مالک اور دوسرے کے سوار ہونے کی باری مساوی ہوتی تھی)۔ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود بھی اپنے ساتھ دو یا تین

نادار دوست لے لیئے اور ان میں سے ہر ایک کے سوار ہونے کی جتنی باری ہوتی تھی میری بھی اتنی ہی باری ہوتی تھی"[38]۔ دورِ نبوی (ﷺ) میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ میں صدقہ، خیرات اور سخاوت کی ایسی مثالیں پیش کیں کہ آج ان کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اغنیاء صحابہ کرام کی بات تو جدا رہی، غریب اور نادار قسم کے صحابہ کرام بھی محنت مزدوری کر کے جو کماتے، اس کا ایک بہت بڑا حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کر دیتے تھے۔ سیدنا ابو مسعود انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ "اللہ کے رسول (ﷺ) جب بھی ہمیں صدقہ وخیرات کرنے کا حکم فرماتے تو ہم میں سے کوئی ساتھ بازار جا کر مزدوری کرتا اور ایک مد غلہ وغیرہ حاصل کرتا اور پھر اس میں سے صدقہ وخیرات کر دیتا۔ مگر آج ہم میں سے بہت لوگوں کے پاس لاکھ لاکھ (درہم ودینار) ہوتے ہیں"[39]۔ الغرض! عہدِ رسالت میں مرد تو مرد تھے۔ عورتیں بھی صدقات میں پیچھے نہیں رہتی تھیں بلکہ صدقہ وخیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ ایک دفعہ حضورِ اکرم (ﷺ) نمازِ عید پڑھانے کے بعد، عید گاہ میں خواتین کی طرف تشریف لے گئے اور انہیں صدقہ وخیرات کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد خواتین نے اپنی بالیاں، خوشبو اور ہار اتار کر صدقے میں دے دیے[40]۔

مدنی دور میں لوگوں میں اسلام کا شوق پیدا کرنے کیلیے صدقہ کرنا

نبوی دور میں لوگوں کے اندر اسلام کی محبت اور اس کا شوق پیدا کرنے کی غرض سے صدقات کا مال خرچ کیا جاتا تھا تا کہ کفار کی افرادی قوت کمزور ہو اور مسلمانوں کی افرادی قوت مضبوط ہو۔ اسی طرز سے متعلق ایک واقعہ کے بارے میں حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ "جب بھی حضور اکرم (ﷺ) سے دینِ اسلام میں داخل کرنے اور اس پر پختہ کرنے کے لئے کوئی چیز مانگی جاتی تو حضورِ اکرم (ﷺ) وہ چیز لازمی عطا کر دیتے تھے۔ چنانچہ آپ (ﷺ) کے دربار میں ایک شخص آیا آپ (ﷺ) نے حکم فرمایا کہ اسے صدقات کی بکریوں میں سے اتنی زیادہ بکریاں دی جائیں جو دو پہاڑوں کے مابین ساری وادی کو بھر دیں وہ آدمی بکریاں لے کر اپنی قوم کے لوگوں کے پاس گیا اور ان سے کہا اے میری قوم! تم اسلام لے آؤ کیونکہ حضرت محمد (ﷺ) اتنا زیادہ عطا کرنے والے ہیں کہ انہیں اپنے اوپر فاقہ کا کوئی خوف ہی نہیں ہے"[41]۔ حضرت زہری ؒ فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) نے نبی اکرم (ﷺ) کے عہد میں اپنا آدھا مال تقریباً چار ہزار درہم اللہ کی راہ میں صدقہ کئے۔ اس کے بعد چالیس ہزار صدقہ کئے پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کئے۔ اسی طرح پھر پانچ سو گھوڑے جہاد میں دے دیئے اور پھر ڈیڑھ ہزار اونٹ اللہ کے راستے میں دیئے ان کا اکثر وبیشتر مال تجارت کے ذریعہ کمایا ہوا تھا"[42]۔

مصارفِ عُشر اور ریاستی دفاع

زکوٰۃ کے جو مصارف ہیں وہی عشر کے مصارف بھی ہیں۔ نفلی صدقات کے مصارف میں ان اموال کو خرچ کرنا درست نہیں ہے۔ شامیؒ فرماتے ہیں کہ: "لان العشر مصرفه مصرف الزكاة كما مر"[43]۔ اسی طرح بحر الرائق کی عبارت میں ہے: "باب المصرف" قال العلامة الشيخ زين الدين الشهير بابن نجيم فی شرح كنز الدقائق لم يقيده فی الكتاب بمصرف الزكاة ليتناول الزكاة والعشر وخمس المعادن مما قدمه كما اَشير اليه فی النهاية۔ هو الفقير والمسكين والعامل والمكاتب والمديون ومنقطع الغزاة وابن السبيل فيدفع الى كلهم او الى صنف"[44]۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے صدقات وغیرہ خرچ کرنے کی آٹھ مدیں بیان فرمائی ہیں جن میں سے ایک مد 'فی سبیل اللہ' بھی ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ[45]

ترجمہ: "یہ صدقات تو درحقیقت فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرضداروں کی امداد کرنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے"۔

بعض حضرات اس فی سبیل اللہ کی مد سے نیکی کا ہر کام مراد لیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ مکمل دینِ اسلام ہی سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔ مگر اس جگہ پر اس سے حسنات کا ہر کام مراد نہیں ورنہ مساکین و فقراء وغیرہ کو جدا جدا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی یہ تمام بھی فی سبیل اللہ کی مد میں شامل ہیں بلکہ اس مقام پر فی سبیل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والے مجاہدین اور فوجی ہیں جو دینِ اسلام کے نظریاتی تشخص اور اسلامی حکومت کا دفاع کرتے ہیں۔ اس لئے یہ قرآن وحدیث میں سبیل اللہ کا لفظ تو عام مفہوم میں آیا ہے جس سے مراد دینِ اسلام اور اللہ کی رضا کا راستہ ہے یا پھر جہاد (قتال) فی سبیل اللہ کے لئے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ[46]

ترجمہ: "صدقاتِ عُشر ان فقراء کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں روکے گئے ہیں"۔

اسی طرح ایک دوسری آیتِ کریمہ: وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ[47] میں بھی فی سبیل اللہ سے مراد مجاہدین اور فوجی ہیں۔ مثلاً حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) نے اس کی صراحت فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کے متعلق نبی اکرم (ﷺ) نے فرمایا:"قد احتبس ادرعه واعتده فی سبیل الله"[48]۔

ترجمہ:" خالد بن ولید نے اپنی زرہیں اور جنگی سازوسامان فی سبیل اللہ وقف کرر کھی ہے"۔

اس لئے مفسرینِ کرام نے ان مقامات پر فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہی لیا ہے' چنانچہ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"هم الغزاة هذا قول اكثر لعلماء وهو تحصيل مذهب ملك"۔

ترجمہ:" فی سبیل اللہ سے مراد لڑنے والے (مجاہدین / فوجی) ہیں اور جمہور علماء کا قول یہی ہے اور اسی طرح امام مالکؒ کے مسلک کا حاصل بھی یہی ہے"۔ اسی طرح بدایۃ المجتھد میں لکھا ہے کہ:"واما فی سبیل الله فقال مالک سبیل الله مواضع الجهاد والرباط وبه قال اوحنیفة وقال الشافعی هو الغازی جار الصدقة"۔[49]

ترجمہ:" فی سبیل اللہ کے متعلق امام مالکؒ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد جہاد اور رباط (دشمن کے مقابلے میں چھاؤنی ڈال کر بیٹھنے) کی مقامات ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے۔ اور امام شافعیؒ نے یہی فرمایا کہ: اس سے مراد وہ غازی یا فوجی ہے جو اس صدقہ کے پڑوس میں ہو"۔ معالم میں لکھا ہے:"اراد بها الغزاة فیهم سهم من الصدقة"۔

ترجمہ:"اس سے مراد غازی ہے ان کے لئے صدقہ کا ایک حصہ ہے"۔

شیخ المفسرین ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں:"فانه یعنی وفی النفقة فی نصرة دین الله وطریقه وشریعة التی شرعها لعباده بقتال اعدائه وذالک هو عزو الکفار"۔[50]

ترجمہ:" مطلب فی سبیل اللہ سے مراد اللہ کے دین' اس کے راستے اور اس کی شریعت میں صرف کرنا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے اپنے دشمنوں سے لڑنے کے لئے مقرر فرمائی ہے اور وہ کفار سے قتال ہے"۔

فی سبیل اللہ کی تفسیر میں ابن کثیرؒ نے لکھتے ہیں کہ "فمنهم الغزاة الذین لاحق لهم فی الدیوان"۔

ترجمہ:" ان میں وہ غازی (فوجی) بھی شامل ہیں جن کا دیوان میں حصہ نہیں ہے"۔

خلاصہ کلام اس مقام پر فی سبیل اللہ سے مراد دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد و قتال کرنے والے لوگ ہیں۔ اس میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو کسی بھی طرح دنیا میں دینِ اسلام کو غالب اور کفر کو مغلوب کرنے کی جدوجہد کررہے ہیں خواہ وہ دلیل وبرہان کے ساتھ ہو یا ہاتھ و لسان کے ساتھ۔ مگر اس مد کا اولین مصداق وہی افراد ہیں جو کفار و مشرکین سے لڑائی میں مصروف ہیں یا کفار کے خلاف لڑائی کے کسی بھی شعبہ میں شریک ہیں۔

اراضی عشری سے وصول شدہ اموال مصارفِ زکوٰۃ کی مدوں میں خرچ ہوگی

جس طرح مصارِف زکوٰۃ میں سے ایک مد فی سبیل اللہ ہے اسی طرح عُشر کے اموال بھی فی سبیل اللہ (مفتوحین / مجاہدین / فوجیوں پر خرچ کی جاسکتی ہیں) کی مد میں استعمال ہوسکتی ہے۔ اور اسی طرح کی اراضی جو کہ سنت سے عشری (1/10) یا نصف عشری (1/20) ثابت ہیں۔ ایسی اراضی میں جو بھی پیداوار ہو ان کی مقدار اگر پانچ وسق یا اس سے زیادہ ہو جائے تو ان پر ایسی ہی زکوٰۃ فرض ہو گی جس طرح سیم وزر اور مویشیوں وغیرہ پر۔ اور یہ زکوٰۃ خاص طور پر دیگر لوگوں کو چھوڑ کر محض ان آٹھ (08) مصارِف میں خرچ کی جائے گی جن کو اللہ تعالیٰ نے سورہ براءۃ میں ذکر کیا ہے[51]۔

دورِ نبوی میں مالِ غنیمت سے متعلق مجاہد اور اس کے گھوڑے کے حصے کا بیان

سیدنا عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے: "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قسم غنائم بدر: للفارس سهمان ، وللراجل سهم"[52]۔

ترجمہ: "کہ رسول اللہ (ﷺ) نے بدر کے مال غنیمت کی تقسیم اس طرح فرمائی، گھڑ سوار کو دو حصے اور پیادہ کو ایک حصہ"۔

اسی طرح حضرت ابو رہن (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ: "غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم انا واخي ومعنا فرسان : فاعطانا ستة اسهم اربعة لفرسينا وسهمين لنا، فبعنا سهمين ببكرتين"[53]۔

ترجمہ: "میں اور میرے بھائی نے غزوہ حنین میں شرکت کی، ہمارے ساتھ دو گھوڑے بھی تھے، نبی اکرم (ﷺ) نے ہمیں چھ حصے دیے، چار ہمارے گھوڑوں کے لئے اور دو ہمارے لئے، ہم نے حنین میں ان چھ حصوں کو دو نوجوان اونٹوں کے عوض بیچ دیا تھا"۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غنائم کی تقسیم میں رضاکارانہ طور پر شرکت کرنے والے اور رجسٹر میں درج فوجی دونوں مساوی ہیں۔

غنیمت اور اس کا خُمس (1/5)

اسلامی حکومت جن اموال کو اپنے تصرف میں لاتی ہے ان میں سے ایک غنیمت کا خمس (1/5) بھی ہے۔ البتہ خمس (1/5) لینے کے لئے لازمی ہے کہ پہلے غنیمت مکمل ایک مقام پر جمع کی جائے تاکہ ریاست کی نگرانی اور دیکھ بھال میں اس کا خمس بیت المال میں پہنچنے اور باقی چار (4/5) حصّے انصاف کے ساتھ مجاہدین اور افواج میں منقسم کئے جائیں۔ مالِ غنیمت کے کل پانچ حصے کئے جائیں گے اور یہ سب کے سب حصّے دیگر لوگوں کو چھوڑ کر خاص طور پر اس کے مستحقین میں صرف ہوں گے"۔ نیز تمام ایسے اموال کو غنیمت میں گنا جائے گا جو لڑائی کے ذریعہ حاصل ہوں اور

اس کے متعلق منقولہ یا غیر منقولہ املاک / اموال میں کوئی فرق نہیں ہو گا۔ ایک رائے کے اعتبار سے فوجی طاقت کے ذریعہ مفتوحہ اراضی کو غنیمت قرار دے کر پانچ حصّوں میں منقسم کر کے ان میں سے چار حصّے مجاہدین (فاتحین) میں اور خمس (5/1) ان کے مستحقین میں منقسم کر دئے جائیں گے اس رائے کی حمایت میں دورِ رسالت میں رسول اللہ (ﷺ) کی "غزوہ خیبر" کی کارروائی پیش کی جاتی ہے[54]۔ غنیمت کے خُمس میں اور بھی کچھ آمدنیوں سے حاصل ہونے والے خمس شامل کئے گئے ہیں۔ جیسے قدیم دفینوں اور خزانوں سے حاصل ہونے والی مال کا خمس (5/1)، سمندر سے غوطہ خوری کے ذریعہ نکلنے والی قیمتی چیزوں کا خمس (5/1)، کانوں سے نکلنے والی دھاتوں پر خمس (5/1)[1] وغیرہ وغیرہ۔ الغرض خمس کے واسطے سے حاصل ہونے والی سب آمدنیاں مملکتِ اسلامی کے بیت المال کا حِصّہ بن کر اسلامی حکومت کے تصرف میں رہیں گی اور اُن کو اختیار ہے کہ عامۃ المسلین کے مفاد اور ریاستی دفاع کو ملحوظِ نظر رکھتے ہوئے جن مقامات پر ان محاصل کو صرف کرنا بہتر سمجھے صرف کر دے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان علماء کے اقوال بھی موجود ہیں جو سورۃ الانفال کی غنیمت سے متعلقہ آیت نمبر (41) کو منسوخ کہتے ہیں کیونکہ وہ جنگِ بدر کے متعلق نازل ہوئی تھی اور سورۃ الحشر کی آیاتِ فئے (نمبر 7 تا 9) کو اس کا ناسخ کہتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ وہ قبیلہ بنی نضیر کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ لیکن ان ہر دو سورتوں کی آیات محکم ہیں: "جہاں تک غنیمت کا تعلق ہے سو اس کی بہت سی قسمیں ہیں اور ان کے مختلف احکامات ہیں اس لئے کہ یہی حقیقت ہے کہ جس سے فئی نکلتی ہے بنابریں اس کا حکم زیادہ عام ہے۔ یہ غنیمت چار اقسام پر مشتمل ہے۔ دشمن کے بالغ قیدیوں پر جو مرد ہو، ان کے خواتین اور بچوں پر جو قبضہ میں آجائیں۔ نیز اراضی پر اور دوسرے اموال پر"۔ بزورِ طاقت مفتوحہ زمین کی تقسیم کا فیصلہ خلیفہ کی مرضی (صوابدید) پر ہو گا خواہ وہ اسے غنیمت کہہ دے خواہ فئے۔ ان کے اس فیصلہ سے یہ بات نمایاں ہو جاتی ہے کہ وہ لڑائی سے حاصل زمینوں کے فیصلہ میں عوام کی ضروریات اور ان کی فلاح وبہبود کو پوری اہمیت وافادیت دیتے ہیں۔ واضح ہے کہ جب عہدِ نبوی (ﷺ) میں خیبر کا علاقہ فتح ہوا تھا تو مسلمان بالخصوص مہاجرین نہایت خراب معاشی مشکلات میں گرفتار تھے۔ لہٰذا عام مسلمانوں کی مصلحت کا یہی تقاضا تھا کہ اسے منقسم کر دیا جائے۔ اس مسلک میں وسعت ومتانت اور دُور بینی شامل ہے۔ دورِ رسالت کے بعد جب نئے نئے ریاستیں فتح ہوئیں تو وہاں کے کمانڈروں نے مقامی طور مفتوحہ زمینون کی بعض اقسام غنیمت کی طرح خمس لے کر باقی مسلم افواج اور سپاہیوں میں تقسیم کی ہیں۔ جیسے عمر بن عبد العزیزؒ کے دَور میں جب ان کی منظوری سے ان کے عامل سمح نے اسپین کی مفتوحہ زمینوں کا ایک حِصّہ غنیمت کی طرح پانچ حصّوں میں تقسیم کر کے اس میں سے پانچواں حصہ (خمس) بیت المال کے لئے نکال کر باقی مسلمان افواج میں تقسیم کر دیا تھا[55]۔

[1] اگرچہ ان میں سے وہ آمدنی جو مسلمانوں سے ملے گی "زکوۃ" شمار ہو گی اور غیر مسلموں سے ملنے والی آمدنی خراج وفئے قرار پائے گی۔

اور شائد حاکم کی صوابدید کا یہی وہ پہلو ہے جسے حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے ان لفظوں میں فرمایا تھا:

"لولا آخر الناس ما فتحت قرية الاقسمتها كما قسم رسول الله صلى الله عليه وسلم خيبر"[56]۔

ترجمہ: "اگر بعد میں آنے والے لوگوں کی مصلحت کی فکر نہ ہوتی تو جو بستی (میرے دور میں) فتح ہوتی میں اسے ایسے ہی تقسیم کر دیتا جیسے نبی اکرم (ﷺ) نے خیبر کے اراضی کو تقسیم فرمایا تھا"۔

غنیمت کے اموال میں سامان واسباب اور اراضی کے علاوہ جنگی قیدیوں اور قبضہ میں آنے والی خواتین اور بچّے بھی شامل ہیں۔

غنیمت وفئے میں سے کون سی مد سے فوجیوں کے وظائف اور بال بچوں کے روزینے جاری کئے جائینگے

عمرو بن السائب بن الا قرع اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ: "مسلمانوں پر بڑے وسیع پیمانہ پر بغاوت (یورش) کی تیاری ہوئی کہ اس کی مثال سابقہ دور میں نہیں ملتی۔ چنانچہ جب اس بغاوت کی خبر حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو ملی تو انھوں نے مسلمانوں کو جمع کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور انھیں اس تیاری کی اطلاع دی اور فرمایا: "اس کے متعلق اپنی اپنی آراء کا اظہار کیجئے"۔ چنانچہ حضرت طلحہ (رضی اللہ عنہ) نے اپنی رائے پیش کی۔ اس کے بعد حضرت زبیر (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے اور انھوں نے اپنی رائے دی اور پھر حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور اپنی تجویز پیش کی۔ یہ تمام باتیں ایک لمبی روایت میں مذکور ہیں۔ اس کے بعد حضرت شیر خدا (رضی اللہ عنہ) اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: "اے امیر المؤمنین! یہ مخالفین حملہ آور مشرک ہیں۔ یہ قوم جسے ناپسند کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اسے تبدیل کرنے میں بڑی قدرت رکھتا ہے۔ اس سے متعلق میری رائے یہ ہے کہ آپ اہلِ کوفہ کو یہ پیغام بھیج دیں کہ ان کے افواج کی دو تہائی (2/3) تعداد حملہ آوروں سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہو جائے اور اس طرح ایک تہائی (1/3) بال بچوں کی دیکھ بھال اور جزیہ کے انتظام کے لئے رہ جائے اور آپ بصرہ کے لوگوں کے پاس بھی پیغام بھیج دیں کہ خاموشی سے فوج تیار رکھیں۔ پھر حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: "مجھے رائے دو کہ میں لڑائی کرنے والے فوج کی سپہ سالاری کس کے حوالہ کروں؟" لوگوں نے عرض کیا کہ: "یا امیر المؤمنین! آپ ہم میں سب سے بہتر وافضل رائے رکھنے والے ہیں اور اپنے لوگوں کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں"۔ چنانچہ عمر فاروق نے فرمایا کہ: "میں ان پر ایسا لیڈر مقرر کروں گا جو سب سے پہلے خود نیزہ دکھائے گا۔ اے سائب ابن الا قرع جاؤ اور میرا یہ خط لے جا کر نعمان بن مقرن کو حوالہ کر دینا۔ اور ساتھ ہی اسے اس رائے پر عمل پیرا ہونے کا حکم دینا جو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے پیش کی اور دیکھو اگر نعمان بن مقرن شہید ہو جائیں تو اس کے بعد جریر بن عبد اللہ ان کا جانشین ہو۔ اور دیکھو اگر یہ فوج قتل ہو جائے تو پھر میں تمہیں زندہ نہ دیکھوں۔ جنگ سے جو بھی مال غنیمت اس فوج کے ہاتھ لگے اس کی دیکھ بھال تمہاری ذمہ داری ہے۔ خبر دار۔ کوئی ناحق شئے مجھ تک نہ

پہنچ پائے اور حقدار کو اس کے حق سے ہرگز محروم نہ رکھا جائے"۔ سائب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا خط نعمان کے پاس پہنچایا۔ چنانچہ وہ کوفہ والوں کے دو تہائی (2/3) فوج کو لے کر نکل گئے اور بصرہ والون کو پیغام پہنچا دیا۔ یہ فوج ان کی لیڈر شپ میں بڑھتا رہا یہاں تک کہ نہاوند کے مقام پر اس کا دشمنوں سے جنگ ہوا۔ اس کے بعد سائب نے پورے جنگِ نہاوند کی تفصیلات ذکر کیں۔ کہ مسلمانوں نے غنیم پر حملہ کر دیا اور سب سے پہلے نعمان نے شہادت پائی۔ اس کے بعد عَلَم حضرت حذیفہ نے پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں مغلوب کر دیا اور مسلمانوں نے فتح پائی۔ میں نے مالِ غنیمت جمع کیا اور افواج میں اسے تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد میرے پاس "ذوالعیینتین" آیا اور کہا کہ: "نخیر جان کا خزانہ" قلعہ میں موجود ہے[2]۔ اس لئے میں وہاں گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ہیرے وجواہرات سے لدے ہوئے دو تھیلے وہاں موجود ہیں۔ میں نے اپنی حیات میں ان جیسے دو تھیلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ پس میں سوچ میں پڑ گیا کہ یہ تھیلے نہ تو غنیمت کے مال میں سے تھے کہ انھیں افواج میں تقسیم کر دوں اور نہ میں انھیں جزیہ خیال کیا۔ جب میں اس کو حضرت عمر بن خطاب کے پاس پہنچانے کے لئے روانہ ہوا۔ تو انھیں اس جنگ کی خبر ملنے میں تاخیر ہو گئی تھی اور وہ اس انتظار میں مُضافاتِ مدین میں گشت لگایا کرتے اور آتے جاتے سے پوچھ گچھ کرتے رہتے۔ جب حضرت عمر نے مجھے دیکھا تو کہا: "یا ابن ملیکہ۔ آپ کا برا ہو جلدی بتا کیا اطلاع لائے ہو؟" تو میں نے عرض کیا: "اے امیر المؤمنین۔ حالات وواقعات بالکل آپ کی مرضی کے عین مطابق ہیں۔" اس کے بعد میں نے واقعہ کی تمام تفصیلات آپ کے سامنے پیش کی۔ شہادتِ نعمان سے لے کر فوج کی کامیابی تک۔ اور پھر ان دو تھیلوں کا معاملہ ذکر کیا تو حضرت عمر فاروق نے فرمایا: "اب جاؤ، ان دونوں تھیلوں کو لے جا کر فروخت کر دو۔ اُن کے بدلے جو درھم یا کم وزیادہ ملے تو اسے ان افواج کے مابین تقسیم کر دو"۔ میں اُن تھیلوں لے کر کوفہ لے کر آیا۔ کوفہ میں عمرو بن حریث نامی ایک قریشی جوان میرے پاس آیا اور اُس نے وہ دو تھیلے مجھ سے مسلمانوں کے اہلِ وعیال اور افواج کے مقررہ وظائف بھر رقم کے بدلے خرید لئے۔ پھر وہ ان سے ایک تھیلا کو لے کر حیرہ گیا اور اُس ایک تھیلے کو اتنے رقم میں فروخت کر دیا جتنے رقم میں مجھ سے دونوں لئے تھے۔ اور اس طرح یہ پہلا سرمایہ تھا جو اُس کو ملا۔ پس ذکر شدہ روایت غنیمت اور فئے کے درمیان حدِ فاصل قائم کر رہی ہے۔ اس معاملہ میں سائب کو اشکال ہو گیا تھا اور وہ یہ فیصلہ نہ کر سکے تھے کہ یہ ہیرے وجواہرات ان دونوں مدّوں (فئے اور غنیمت) میں سے کسی ایک مد میں شامل کر دیں۔ یہاں تک کہ اُنھوں نے یہ معاملہ حضرت عمر فاروق کے سامنے رکھا۔ اس اشکال کا سبب یہ تھا کہ نہ تو یہ خزانہ براہ راست معرکہ میں ہاتھ لگا تھا کہ اسے مالِ غنیمت شمار کر لیا جاتا اور نہ جزیہ کے ضمن میں غیر مسلمون (ذمیین) سے حاصل ہوا تھا کہ مالِ فئے قرار دیا جاتا۔ بلکہ اس کی حیثیت ان دونوں صورتوں کے مابین ایک جدید صورت تھی۔

[2] طبری کی روایت کے مطابق ایک آتش کدہ کے نگران نے اپنی جان بخشی کے عوض اس خزانہ کا سراغ دیا تھا۔ دیکھئے تاریخ طبری 4:243 (از حاشیہ کتاب الاموال)

اس وجہ سے انھیں اس کے فیصلہ کرنے میں شک لاحق ہوا اور انھیں حضرت عمر فاروق سے پوچھنا پڑا۔ اور حضرت عمر فاروق نے انھیں حکم فرمایا کہ وہ اسے بیچ کر اس کی قیمت فوجیون کے بال بچوں کی روزینوں اور اُن کے وظائف میں تقسیم کر دیں اور یہ حکم نہ فرمایا کہ اس کی مثلِ غنیمت پانچ حصے کئے جائیں۔ اس طرح اُنھوں نے ہمیں سمجھا دیا کہ اُنھوں نے اس کو مالِ فئے قرار دیا۔ اور یہی غنیمت اور فئے کے مابین فرق ہے۔ مطلب جو مال یا شئے مشرکین و کفار سے جنگ کے دوران بزور قوت حاصل ہو اس کو غنیمت کہا جائے گا اور اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ عام لوگوں کو اس میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور وہ مال یا اشیاء مثلاً خزانہ وغیرہ جو لڑائی کے ختم ہونے کے بعد اور علاقہ کے فتح ہونے کے بعد دارالاسلام بن جانے پر ملے " فئے " کہلائے گا اور وہ تمام لوگوں میں تقسیم ہو گا اور اس میں سے خمس جدا نہیں کیا جائے گا۔ اور یہی صورتِ حال اس مال کی بھی ہو گی جو اہلِ حرب سے لڑائی ہونے سے پہلے ہاتھ آجائے جیسے ایک اسلامی فوج دشمن سے مقابلہ کے لئے نکلا۔ جب دشمنوں کو اس خبر ملی تو انھوں نے اپنی حفاظت کے لئے اس شرط پر مال دینے کی پیش کش کی کہ مسلمان اس مال کو قبول کر کے حملہ کئے بغیر لوٹ جائیں اور افواجِ مسلمان ان کی شرط کے مطابق وہ مال قبول کر کے ان کے علاقہ میں اُترے بغیر ہی واپس روانہ ہو گئے [57]۔

جزیہ اور ریاستی دفاع میں اس کا استعمال

اسلامی فقہ کی اصطلاح میں جزیہ اس ٹیکس کو کہا جاتا ہے جو ریاستِ اسلامی غیر مسلموں کی جان و مال کی حفاظت کے عوض میں ان سے وصول کرتی ہے [58]۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں سے صدقہ، زکوٰۃ اور عشر وصول کیا جاتا ہے۔ صدقہ، زکوٰۃ اور عشر کے سے حاصل ہونے والا مال کو بیت المال میں جمع کر کے دفاعی انتظامات میں صرف کیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جزیہ سے وصول ہونے والے مال کو بھی دفاع انتظامات میں خرچ کیا جاسکتا ہے۔ دنیا میں اسلامی حکومت کا اپنے ملک کے باشندوں سے ٹیکس وغیرہ وصول کرنا کوئی انوکھا یا نیا کام نہیں ہے۔ عوام الناس سے ٹیکس وغیرہ کی وصولی کی تاریخ بڑی پرانی ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں ٹیکس کی نظام وصولی اسی وقت وجود میں آگیا تھا جب بنی نوع انسان نے پہلی دفعہ کسی عمرانی معاہدہ کے تحت سلطنت قائم کی تھی کیوں کہ ٹیکس کے بغیر کسی ریاست کا قائم و مستحکم رہنا ممکن نہیں ہے۔ عہدِ نبوی میں حضرت محمد الرسول اللہ خاتم النبیین (ﷺ) نے جب جزیرۃ العرب میں پہلی ریاستِ اسلامی کی بنیاد رکھی تو اس دور میں عرب سے باہر روم اور ایران جو کہ دو بڑی ریاستیں تھیں ان میں زمانہ قدیم سے ہی اس طرح کے ٹیکس نافذ العمل تھے۔ عرب کے جن علاقوں پر ان کی حکمرانی تھی اور وہاں کے عوام نے ان کی حکمرانی قبول کر رکھی تھی وہ اس قسم کے محصولات سے باخبر تھے۔ اس لئے جب نجران کے نصاریٰ کا وفد شہر مدینہ میں حضورِ اقدس (ﷺ) کی خدمت میں پیش ہوا تو انہوں نے آپ (ﷺ) سے عرض کیا کہ ہم اسلام

تو نہیں لاتے لیکن ہم آپ (ﷺ) کی ماتحتی قبول کرتے ہیں اور اس کے بدلے ہم پر جو جزیہ عائد کیا جائے گا اسے رضامندی سے ادا کریں گے[59]۔

جزیہ سے معافی کے وجوہات

بعض وجوہات و موانع ایسے بھی ہیں جن کی بناء پر ذمیین سے جزیہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ جن میں سے چند درجہ ذیل ہیں:

1۔ غیر مسلم کا اسلام قبول کرنا

اسلامی شریعت کے مطابق اگر کوئی ذمی اپنی مرضی سے قبولِ اسلام کرلے تو اس سے پچھلا سارا جزیہ معاف ہو جائے گا۔ ابن قیمؒ لکھتے ہیں: "**ومن اسلم سقطت عنه الجزية سواء اسلم فى اثناء الحول او بعده ولو اجتمعت عليه جزية سنين ثم اسلم سقطت كلها**"[60]۔

ترجمہ: "جو ذمی بھی قبولِ اسلام کرلے تو اس کا جزیہ معاف ہو جائے گا خواہ وہ دورانِ سال اسلام قبول کرے یا سال مکمل ہونے کے بعد اور اگر اس پر متعدد برسوں کا جزیہ جمع ہو چکا ہو تو تب بھی اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی کالعدم ہو جائے گا"۔

2۔ اسلامی ریاست سے فرار یا وفات

اگر ذمی کی دورانِ سال یا اختتام پر فوتگی ہو جائے یا وہ ریاستِ اسلامی سے دشمن حکومت کی جانب فرار ہو جائے تو اس صورتِ حال میں بھی اس سے جزیہ کالعدم ہو جائے گا[61]۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جزیہ چونکہ ذمی کی نفسِ ذات پر واجب ہے جب وہ ذات ہی نہ رہی تو اس پر عائد ہونے والا ٹیکس بھی باقی نہیں رہے گا۔ اس طرح اس کے اولیاء سے جزیے کی حصولی کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔ اس جگہ پر قرآن مجید کا یہ ضابطہ بھی لاگو ہوتا ہے کہ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهو رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ"[62]۔

3۔ ذمیوں کے تحفظ میں ناکامی

جزیہ ساقط ہونے کا ایک سبب غیر مسلم شہریوں کی نفس ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت میں ناکامی بھی ہے۔ اگر کسی وقت ان کی جان ومال اور عزت وآبرو کو ضرر پہنچ جائے تو اسلامی حکومت ان سے جزیہ لینے کی حق دار نہ ہو گی۔ خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) نے معاہدہ کرتے وقت اہل حیرۃ کو لکھ کر دیا تھا: "**فان منعنا كم فلنا الجزية، والا فلا حتى نمنعكم**"[63]۔

ترجمہ: "اگر ہماری ریاست تمہارا دفاع کر سکے تو جزیہ لینا ہمارا حق ہو گا اگر دفاع نہیں تو جزیہ نہیں، تاوقتیکہ ہم تمہاری حفاظت کے قابل ہو جائیں"۔

یہی قاعدہ اور اُصول عہدِ نبوی (ﷺ) میں اور عہدِ خلافتِ راشدہ میں بھی اسی طرح قائم رہا۔ حضرت ابو عبید (رضی اللہ عنہ) کی گورنری کے دور میں ملکِ شام کے کچھ علاقوں کو چھوڑنا پڑا تو آپ نے اپنے حکام کو لکھا کہ جو کچھ تم نے ذمیوں سے جزیہ وخراج لیا ہے وہ انہیں لوٹا دو اور ان سے کہو: "انما رددنا كم عليكم اموالكم لانہ قد بلغنا ما جمع لنا من الجموع وانكم قد اشترطتم علينا ان نمنعكم وانا لا نقدر على ذلک، وقد رددنا عليكم مااخذنا منكم"[64]۔

ترجمہ: "ہم آپ کے اموال (جزیہ وخراج) لوٹا رہے ہیں اس لئے کہ ہمیں اطلاعات موصول ہو رہی ہیں کہ (رومیوں نے) ہمارے خلاف افواج جمع کر رکھی ہیں اور تم نے ہمارے ساتھ اس وجہ سے صلح کی تھی کہ ہم آپ کا دفاع کریں گے، اس وقت ہم دفاع کرنے سے معذور ہیں۔ اس لئے جو کچھ ہم نے تم سے لیا تھا وہ واپس لوٹا رہے ہیں۔"

یہ وہی شئے ہے جسے بعد کے زمانوں میں ریاستِ اسلامی کے بنیادی اصول وضوابط میں شامل کیا گیا اور فقہائے عظام نے ان اقدام سے قاعدہ کلیہ مستنبط کیا جسے ان الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے: "**الجباية بازاء الحماية**"[65]۔

ترجمہ: "یعنی ٹیکس کی وصولی حفاظت ودفاع کے عوض میں ہے"۔

4۔ جزیہ ادا کرنا ریاستی دفاع کا نعم البدل ہے

جزیے کے ساقط ہونے کا ایک اور وجہ ذمی شہریوں کا ملکی دفاع میں شریک ہونا بھی ہے۔ اس کی مثال عہدِ رسالت میں رسول اللہ (ﷺ) نے شہر مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ طے پانے والے معاہدے "میثاق مدینہ" سے دی جاسکتی ہے۔ اس معاہدے میں نبی اکرم (ﷺ) نے یہودیوں کو ریاستِ مدینہ منورہ کے دفاع وحفاظت میں اپنے ساتھ شریک کیا۔ جس کی وجہ سے جزیہ ان سے ساقط ہوا تھا۔ لہٰذا اگر ریاستِ اسلامی ان سے رابطہ کرے یا خود اپنے آپ کو دفاعِ ریاست کے لئے پیش کریں تو ان پر جزیہ نہ ہو گا۔ جزیہ دے کر ذمیین ریاستِ اسلامی کی جانب سے ریاست کی دفاعی خدمات، ملک کی دیکھ بھال اور دیگر کاموں سے بری الذمہ ہو جاتے اور انہیں مسلمانوں کے برابر کے حقوق حاصل ہو جاتے۔ حالانکہ مسلم قوم کو اس طرح کے متعدد ٹیکس زکوٰۃ، صدقات اور عشر وخراج دینے پڑتے ہیں اور ریاست ان سے وصول کرتی ہیں، اس کے باوجود ملک وقوم کی فلاح وبہبود اور اس کی تعمیر وترقی کے ساتھ دفاعی خدمات پر بھی مامور ہونا پڑتا ہے، قتال وغیرہ میں بھی شرکت کرنا پڑتا ہے۔ جزیہ کی وصولی کی حکمت ذکر کرتے ہوئے علامہ یوسف القرضاویؒ فرماتے ہیں کہ ": غیر مسلموں پر جزیہ لگانے کا دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ اور یہ وہی سبب ہے جس کا سہارا ہر دور میں کوئی بھی ریاست ٹیکس لگاتے وقت لیتی ہے، یعنی قوم کی مفاد عامہ کے اخراجات جیسے نظامِ پولیس اور نظامِ عدالت، پلوں اور سڑکوں وغیرہ کی تعمیر کے کام جو اکنامک کی بہتری کے لیے لازمی ہیں اور جن سے ہر شہری

چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ایک جیسا فائدہ اٹھاتا ہے۔ مسلمان زکوٰۃ، نفلی صدقات، صدقۂ فطر، عشر اور دوسرے ٹیکسوں کی شکل میں اس طرح کے اخراجات میں حصہ لیتے ہیں۔ اگر ذمی جزیہ کی شکل میں ایک معمولی رقم کے ذریعہ ان میں حصہ لیں تو حیرانی کی کیا بات ہو گی"۔ پھر علامہ موصوف یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ": اس فریضہ کے عوض، ریاست کے دفاع و حفاظت کے اخراجات میں شریک ہونے کے لئے ذمیوں پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے وہ اصطلاحاً جزیہ کہلاتا ہے۔ اس لئے جزیہ کی حقیقت محض اتنی ہے کہ وہ فوجی خدمت کا مالی بدل ہے نہ کہ اسلامی ریاست کے سامنے جھکنے کی نشانی"۔ ایک لمبی حدیث سے اقتباس جزیہ کے متعلق پیشِ خدمت ہے:"عن سلیمان بن بریدة عن ابیه قال قال (صلى الله علیه وآله وسلم) فان ابوا فسلهم الجزیة فان اجابوک فاقبل منهم وکف عنه، فان ابوا فاستعن بالله وقاتلهم"[66]۔

ترجمہ:"حضرت سلیمان بن بریدہ (رضی اللہ عنہ) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم (ﷺ) نے فرمایا اگر وہ لوگ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو ان سے جزیہ ادا کرنے کو کہو، اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو تم بھی اس کو قبول کر لو اور ان سے ہاتھ روک لو (یعنی قتال نہ کرو) اور اگر وہ انکار کر دیں تو پھر اللہ کی مدد کے ساتھ ان سے قتال کرو"۔

حضرت سوید بن مقرن جو کہ دورِ فاروقی میں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے سپہ سالار تھے، نے جرجان فتح کرنے کے وقت اپنے عہد نامہ میں لکھا تھا:"ان لکم الذمة وعلینا المنعة علی ان علیکم من الجزاء فی کل سنة علی قدر طاقتکم علی کل حالم ومن استعنا به منکم فله جزاؤه فی معونة عوضاً من جزائه---الخ"[67]۔

ترجمہ:"تمہیں (اے ذمیوں) اپنی ذمہ داری میں لیا جاتا ہے اور ہمارے اُوپر آپ کی حفاظت کی ذمّہ داری ہو گی اس شرط کے ساتھ کہ تم میں سے ہر بالغ پر استطاعت کے مطابق سالانہ جزیہ کی ادائیگی لازمی ہو گی اور تم میں سے جس سے ہم خدمت لیں گے تو اسے اس کی مدد اور خدمت کے بدلے اس کا جزیہ دیا جائے گا"۔

بالکل اس طرز پر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے مقرر کئے ہوئے گورنر عتبہ بن فرقد سلمی نے آذر بائیجان کے لوگوں سے جو عہد کیا تھا کہ آذر بائیجان والے اور قریب رہنے باشندگان کو اس شرط پر امن وامان حاصل ہے کہ:

"ان یؤد دا الجزیة علی قدر طاقتهم--- ومن حشر منهم فی سنة وضع عنه جزاء تلک السنة---الخ"[68]۔

ترجمہ:"وہ استطاعت کے بقدر جزیہ ادا کرتے رہیں اور ان میں سے جس کو بھی جنگی خدمت پر بلایا جائے گا اس پر سے اس سال کا جزیہ وضع کر دیا جائے گا---الخ"۔

اس کے علاوہ ایک دفعہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے عاملین کو لکھا تھا:

"ان یستعینوا بمن احتاجوا الیه من الاساورة ویر فعوا عنهم الجزاء"[69]۔

ترجمہ: "آپ اپنی ضروریات کے مطابق ایرانی فوج کے سرداروں سے امداد لے لو اور ان سے جزیہ ساقط کر دو"۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب مسلمان غیر مسلموں کی دفاع کرنے میں فیل ہو جائے تو وہ ان سے حاصل کردہ جزیہ واپس دیں گے [70]۔ دوم یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ اگر غیر مسلموں میں کوئی فرد یا جماعت سے دفاعی یا فوجی خدمات لی جائے تو اس طرح اُن سے جزیہ ساقط ہو جائے گا۔ بلاذری نے "امیر الجراجمة" کے تحت اہلِ انطاکیہ کی عہدِ شکنی اور اس کے بعد ابو عبید کے دور میں حبیب بن مسلمہ فہری کی سربراہی میں اس علاقہ پر فوج پر کے ذریعے حملہ کیا جب وہاں کے لوگوں نے جنگ سے پہلے ہی امان طلب کرلی تھی اور صلح نامہ کی عرض پیش کردی تو:

"فصالحوه على ان يكونوا اعوانا للمسلمين وعيونا ومسالح في جبل اللكام وان لايؤخذوا بالجزية وان ينفلوا اسلاب من يقتلون من عدو المسلمين اذا حضروا معهم حربا في مغازيهم" [71]۔

ترجمہ: "صلح کی شرائط یہ تھیں کہ وہ لوگ مسلمانوں کی امداد کریں گے اور جبل لکام میں یہ ذمی مسلمانوں کے لئے جاسوسہ کا کام کریں گے اور ان کی حیثیت مسلمانوں کے اسلحہ خانوں اور چھاؤنیوں جیسے ہوگی اور یہ کہ ان لوگوں سے جزیہ وصول نہیں ہوگا نیز یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ ملکر یہ جنگوں میں حصّہ لیں گے تو ان کے قتل کئے ہوئے مسلمان دشمن فوجیوں کا سلب ان ذمیوں کو بطورِ نفل دیا جائے گا"۔

الغرض جزیہ ریاست کی دفاعی خدمات سے سبکدوشی کا بدل ہے، البتہ اگر کوئی غیر مسلم اپنی خواہش سے اس میں شریک ہونا چاہتا ہے یا حکومت کے مفاد کے لیے اپنی خدمات پیش کرنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر اسلام کے دشمنوں سے دارالاسلام کو محفوظ رکھنے کے لیے قتال (جنگ) وغیرہ میں حصہ لیتے ہیں تو ایسی صورتِ حال میں ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا اور تمام حقوق مسلمانون کی طرح کے اسے حاصل رہیں گے۔

دورِ رسالت میں خراج کا تصوّر اور دفاعی مصرف

خراج در حقیقت اس شے کو کہتے ہیں جو زمین سے نکلتی ہے۔ یہ لفظ "خروج" سے نکلا ہوا ہے جس کا معنیٰ ہے "آر پار ہو جانا، ظاہر و نمایاں ہو جانا۔ زمین کی پیداوار اور اناج کو بھی کہتے ہیں۔ نیز زمین کے محصول اور ٹیکس کو بھی کہا جاتا ہے [72]۔ رسول اللہ (ﷺ) کے زمانے میں جب اہل بحرین (مجوس و یہود و نصاریٰ) نے جزیہ پر صلح کرلی تھی۔ تو نبی اکرم (ﷺ) نے مدینہ کے انصار کو بلایا تا کہ بحرین کا جزیہ و خراج ان (انصار) کے لئے لکھ دیں۔ مگر انصار نے (قربانی کرتے ہوئے) عرض کیا، جسے امام بخاری (رحمہ اللہ) نے اس طرح روایت کیا ہے: "سمعت انساً بن مالك (رضی الله عنه)، دعا النبی (صلى الله عليه وسلم) الانصار ليكتب لهم بالبحرين فقالوا: لا والله حتى تكتب الا خواننا من قريش بمثلها" [73]۔

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے ہوئے اللہ کے رسول (ﷺ) نے انصار کو بلایا تاکہ ان کے لئے بحرین کا جزیہ وخراج لکھ دیں لیکن انھوں نے عرض کیا (نہیں) اللہ کی قسم ایسا نہ کیجیے جب تک آقا، آپ ہمارے قریشی بھائیوں کے لئے لکھ دیں"۔

بالکل اسی طرح جب اہلِ نجران کے ساتھ نبی اکرم (ﷺ) کے معاہدے میں سے یہ عبارت نقل کیا گیا ہے: "مازاد الخراج اونقص فعلى الاواقى فليحسب"[74]۔ دورِ رسالت میں بھی ذمی کاشتکاروں سے حق مالکانہ کے معاوضہ میں اراضی کی پیداوار کا جس قدر حصہ باہمی مفاہمت سے طے پایا مثلاً خیبر 'فدک' وادی القریٰ اور تیماء وغیرہ سے خراج ہی وصول کیا جاتا تھا۔ مزید خراج سے حاصل ہونے والی آمدنی سے مجاہدین کی تنخواہ اور جنگی اخراجات پورے کئے جاتے تھے۔ اور جو کچھ بھی وصول ہو کر آتا: نبی اکرم (ﷺ) اسی اثناء مجاہدین (فوجیوں) میں منقسم فرمادیتے۔ یہاں تک کہ ان سب مجاہدین کے اسماء رجسٹر میں لکھے گئے تھے۔ نیز ان کے اہل وعیال کو دو حصے ملتے تھے اور مجرد کو ایک[75]۔ نیز اس بات پر تمام فقہاء امت کا اجماع ہے کہ خراج کے مد سے حاصل ہونے والی آمدنی کا اولین مقصد فوجی ضروریات پر خرچ کرنا ہے:

"ما جباه الامام من الخراج ومن اموال بنى تغلب وما اهداه اهل الحرب الى الام وبالجزية يصرف فى مصالح المسلمين كالثغور وبناء القناطر والجو ويعطى قضاة المسلمين وعمالهم وعلماء هم منه، ما يكفيهم منه ويدفع منه ارزاق المقاتلة وذراريهم"[76]۔

ترجمہ: "حاکم کو جو آمدنی خراج سے حاصل ہو، اور قبیلہ بنی تغلب کے اموال سے جو ملے، اور اھل حرب حکومتِ اسلامی کو بطورِ تحفہ وہدیہ کچھ دیں نیز جزیہ کے ذریعے سے جو مال حاصل ہو، یہ تمام آمدنیاں اہلِ اسلام کی عام ضرورتوں پر صرف کیا جائے جیسے سرحدات کی حفاظت، دریاؤں پر پل بنانا اور اہلِ اسلام کے قضاۃ کو اور ان کے گورنروں اور سربراہوں اور علماء کرام پر خرچ کی جائے جو ان کے لئے کافی ہو۔ علاوہ ازیں مجاہدین (افواج) کے اہل وعیال کی تنخواہوں پر یہ مال خرچ کیا جائے"۔

خراج کی آمدنی کا ایک بہت بڑا حصہ جو کہ حکام کی عیاشیوں اور فضول خرچیوں پر صرف کیا جاتا ہے، دینِ اسلام نے اس کے بجائے خود اہلِ اسلام کو اس کا مصرف قرار دیا تھا، یہ اس لئے کہ یہ انہی کا مال ہے یہاں تک کہ فوجی وکشوری ملازمین کو جو تنخواہیں ملتی تھیں، اس کی توجیہ ہمارے فقہاء عظام یہی کرتے تھے جیسے: "هولاء عملتهم ونفقة الذرارى على آلاباء فلولم يعطوا كفايتهم لا احتاجوا الىٰ الاكتساب فلا يتفرغون للقتال"[77]۔

ترجمہ: "دونوں اداروں (سول اور ملٹری) کے ملازمین چونکہ اہلِ اسلام کے نوکر اور عملے ہیں (اس لئے ان سب کو اہلِ اسلام کے مال سے تنخواہ ملنی چاہیے) اور اسی طرح ان کے اہل وعیال کو جو کچھ ملتا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ اولاد کا

خرچ باپ پر عائد ہوتا ہے لیکن اگر ان کے اہل وعیال کو اتنا نہ دیا جائے جو ان کے لئے کافی ہو تو پھر ان فوجیوں کو مزید کمانے کی ضرورت ہو گی اور اس طرح پھر یہ لڑائی کے لئے فارغ البال ہو کر اپنے آپ کو مکمل تیار نہیں کر سکتے"۔

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ ریاست کی فوج، عدالت اور مواصلات (پل، سڑک) وغیرہ ان سب کے خرچے، خراج سے حاصل ہونے والی آمدنی سے پورے کیے جائیں گے۔

جزیہ اور خراج میں فرق

1۔ "جزّیہ" قرآن کے نص سے ثابت ہے جبکہ "خراج" اجتہاد سے۔

2۔ ابتدائی مقدار "جزیہ" کی مخصوص ہے اور انتہائی مقدار حکمران کی صوابدید پر یعنی اجتہادی ہے۔

3۔ جزیہ شخص پر ہوتا ہے جبکہ خراج زمین پر ہوتا ہے۔

4۔ "خراج" اسلام وکفر دونوں صورتوں میں وصول کیا جاتا ہے جبکہ "جزیہ" صرف حالتِ کفر میں[78]۔

نتائج البحث (Result of Discussions)

زیرِ نظر تحقیقی مجلہ سے حسبِ ذیل نتائج مرتب ہوتے ہیں:

- اسلام کے معاشی ومالیاتی نظام کے اصول وقوانین احسن وارفع ہیں۔
- اسلام کے مالیاتی نظام میں آغاز سے ہی ایک خاص حصہ موجود رہا۔
- دورِ رسالت کے مدنی دور میں نظامِ مالیات کا ایک منظم اور باقاعدہ شکل وجود میں آیا۔
- دورِ مدنی میں ابتدائی طور پر ریاست کی دفاع کو مستحکم بنانے کے لئے مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات کی بنیاد رکھی گئی اور یہودی قبائل کے ساتھ میثاقِ مدینہ کا معاہدا قائم ہوا۔
- دورِ مدنی میں نظامِ مالیات کے جو بنیادی ذرائع تھے مثلاً زکوٰۃ، صدقات، عشر، مالِ غنیمت، جزیہ اور خراج وغیرہ ان سے حاصل ہونے والی رقوم بیت المال میں جمع کی گئی اور ان رقوم سے ریاستِ اسلامی کی دفاع کو طاقتور بنانے کے لئے جنگی سامان خرید اگیا، مجاہدین اور اُن کے اہل وعیال پر خرچ کیا گیا۔
- کسی بھی ریاست کے معاشی ودفاعی استحکام اس کے بہترین مالیاتی نظام پر منحصر ہے۔

تجاویز اور سفارشات (Suggestions & Recommendations)

محقق کے نزدیک اس تحقیقی مقالہ کے تجاویز و سفارشات درجہ ذیل ہیں:

- ❖ بعثِ نبوی سے قبل دور کے نظامِ مالیات کا بعثتِ نبوی مدنی دور کے بعد کے نظامِ مالیات سے تقابل ایک بہترین موازنہ ہو گا۔
- ❖ مدنی دور کے نظامِ مالیات کا مکی دور کے نظامِ مالیات سے موازنہ ایک اچھا اقدام تصور ہو گا۔
- ❖ نبوی مدنی دور کے نظامِ مالیات کا دورِ خلافتِ راشدہ کے نظامِ مالیات سے موازنہ ایک احسن اقدام تصور ہو گا۔
- ❖ نبوی مدنی دور کے نظامِ مالیاتکا موجودہ دور کے نظامِ مالیات سے تقابل ایک بہترین اقدام ہو گا۔
- ❖ نبوی مدنی دور میں نظام مالیات کا موجودہ دور سے تقابل اور دور نبوی میں مالیاتی نظام کے قوانین کو دور جدید کے قوانین کے تقابلی جائزہ لینا بھی بہترین کام ہو گا۔
- ❖ سیرت النبی کی روشنی میں دور جدید کے مالیاتی ذرائع کا تحقیقی جائز ہ لینا بھی چاہیئے۔
- ❖ اسلام مالیاتی ذرائع کے طریقہ کار اور دور جدید کے مالیاتی ذرائع کے طریقہ کار کو پرکھنا اور انمیں حلال وحرام کا اطلاق بھی بہترین ا قدام ہو گا۔

خلاصہ (Summary)

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد نبی اکرم (صلى الله عليه وسلم) نے سب سے پہلے مہاجرین کو روزگار پر لگایا۔ نیز مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ اور ساتھ ہی یہودی قبائل کے ساتھ میثاق بھی قائم ہوا جس کی بناء پر مدینہ کی ریاست کا دفاع مضبوط اور مستحکم ہوا۔ یہ صرف ابتدائی اقدامات تھے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں مالیاتی نظام کے جو بنیادی محاصل ہیں جن کا ریاستی دفاع میں بڑا عمل دخل ہیں۔ اُن ذرائع سے دفاع کے مد میں رقم استعمال ہونے لگی۔ جیسے زکوٰۃ، صدقات، عشر، مالِ غنیمت، جزیہ اور خراج وغیرہ۔ زکوٰۃ جو کہ ارکانِ اسلام میں سے ہیں نیز یہ ریاستِ اسلامی کے دفاع کے لئے آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعے سے ریاستی دفاع کی جُملہ ضروریات کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ زکوٰۃ کی مد سے مؤلفۃ القلوب کے لئے ایک خاص رقم معین کی گئی تاکہ اُن کی دلجوئی ہو اور اسلام پر جمے، اس طرح اس سے دہرا نفع حاصل کیا جاتا رہا کہ زکوٰۃ کے مستحق بھی ہے اور دینِ اسلامی کی افرادی قوت بھی حاصل ہو گی۔ نیز زکوٰۃ کے مصارف میں ایک مصرف "فی سبیل اللہ" بھی ہے۔ آپ (صلى الله عليه وسلم) نے بذاتِ خود زکوٰۃ کے مد سے مجاہدین اور اُن کے کی مالی معاونت فرمائی۔ دورِ مدنی میں اس کی نظیر ملتی ہے جب نبی اکرم (صلى الله عليه وسلم) نے "سہل بن ابی حثم" کے واقعہ میں سرکشی کو فروغ کرنے کے لئے زکوٰۃ کے سو(100)عطا فرمائے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے علاوہ صدقات سے حاصل ہونے والی رقم بھی جنگی اور دفاعی انتظام کے لئے استعمال کی گئی۔ عہد نبوت میں "مخیریق"

نامی ایک یہودی عالم تھا، اس کی جائیداد کو حضورِ اکرم (ﷺ) نے غزوہ اُحد کے بعد اپنی تحویل میں لیا تھا اور اسے بیت المال کی ملکیت قرار دے کر "صدقہ" قرار دیا تھا۔ اسی صدقہ سے نبی اکرم (ﷺ) کے گھر کے تمام اخراجات، ریاست کی انتظامی و دفاعی اخراجات، نیز عمال کی تنخواہیں پورے کیے جاتے تھے۔ علاوہ ازیں غزوہ تبوک کے وقت صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہما) نے اپنی بساط کے مطابق مالی معاونت فرمائی۔ آپ (ﷺ) کا ارشادِ گرامی ہے جس کا مفہوم ہے کہ جس آدمی نے فوجی کو سازوزمان خرید کر کے دیا یہ اس طرح ہے کہ گویا اس نے خود جہاد کیا۔ صدقات وزکوٰۃ کے علاوہ ایک اسلامی ریاست کے لئے آمدنی کا ایک اہم ذریعہ "عشر" بھی ہے۔ اس سے حاصل ہونے والی رقم سے بھی دفاعی ضروریات کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ زکوٰۃ اور عشر کا مصرف ایک ہی ہے۔ یہ وہ ذرائع مالیات تھے جو عہدِ نبوی میں مسلمانوں سے وصول کیے جاتے تھے۔

عہد نبوی میں غیر مسلموں سے جو ذرائع مالیات وصول کیے جاتے ہیں اُن میں مالِ غنیمت، مالِ فئے، جزیہ او خراج شامل ہیں۔ آپ (ﷺ) نے اپنے دور میں مالِ غنیمت کا مجاہدین میں تقسیم فرمایا نیز اُن کے اہل وعیال کے لئے وظائف بھی مقرر فرمائے۔ غزوہ بدر سے حاصل ہونے والی مالِ غنیمت میں سے گھڑ سوار کو دو حصے عطا کیے اور پیدل چلنے والوں کو ایک حصہ۔ اسی طرح غزوہ حنین کے موقع پر حضرت ابوذر غفاری اور اُن کے بھائی کو چھ حصے عطا فرمائے، چار حصے ان دونوں کے لئے اور دو حصے ان کے گھوڑوں کے لئے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ عہدِ نبوی میں نبی اکرم (ﷺ) خمس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا کرتے تھے اور لوگوں میں جو آپ کا نائب ہوا کرتا تھا اس کو بھی دیتے تھے، لیکن جب مال کثیر ہو گیا تو آپ (ﷺ) اسے یتماء، مساکین اور مسافروں کو بھی عطا کرنے لگے۔ ذمیوں سے حاصل ہونے والی دوسرا مالی ذریعہ "جزیہ" ہے۔ غیر مسلموں سے یہ ٹیکس اس لئے وصول کیا جاتا ہے تاکہ ان کی مال وجان کی حفاظت ہو۔ اگر ذمی ریاست کے دفاع میں شریک ہوتے ہیں تو اُن سے یہ ٹیکس ساقط ہو جاتا ہے۔ عہدِ فاروقی میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) آذربائیجان کے گورنر "عتبہ بن فرقد سلمی" کو کہا بھیجا کہ ان کے لوگوں کو صرف اس شرط پر امن وامان حاصل ہے کہ وہ اپنی بساط کے مطابق جزیہ ادا کرتے رہے اور ان لوگوں میں سے جن کو بھی ریاست کی دفاعی خدمت پر بلایا جائے گا ان سے اس سال کا جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ غیر مسلموں سے حاصل ہونے والی تیسرا مالی ذریعہ "خراج" ہے۔ عہدِ رسالت میں مجوس، یہود و نصاریٰ نے "جزیہ" پر صلح کی تھی۔ نبی کریم (ﷺ) نے انصارِ مدینہ کو بلایا تاکہ ان کا جزیہ وخراج انصار مدینہ کے لئے لکھ دیں۔ مگر انصارِ مدینہ نے ایثار و قربانی کرتے ہوئے آپ (ﷺ) کی خدمت میں عرض کیا کہ "اللہ تعالیٰ کی قسم یارسول اللہ! ایسا نہ کیجئے، یہ جزیہ وخراج ہمارے مہاجرین بھائیوں کے لئے لکھ دیں"۔ اسی طرح دورِ رسالت میں جب اہلِ نجران کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا تو غیر مسلم کاشتکاروں سے حقِ مالکانہ کے بدلے میں زمینوں کی پیداوار کا جتنا حصہ باہمی مفاہمت سے قرار پایا تھا جیسے

خیبر 'فدک 'وادی القریٰ اور تیماء وغیرہ سے خراج ہی وصول کیا جاتا رہا۔ نیز خراج سے حاصل ہونے والی رقم سے فوجیوں کی تنخواہ اور دفاعی اخراجات پورے کئے جاتے تھے۔ اور جو کچھ بھی حاصل ہوتا تو نبی کریم (ﷺ) اسی وقت مجاہدین (فوجیوں) میں تقسیم فرمادیتے۔

حواشی ومصادر (References)

[1] سورۃ البقرہ 02: 31، Surat Ul Baqara 02: 31

[2] سیرۃ ابن اسحاق، محمد ابن اسحاق، م:151ھ، جلد1، صفحہ124، واناراعی غنم اھلی باجیاد، تحقیق: سھیل زکار، الناشر: دارالفکر۔ بیروت، الطبعۃ: الاولیٰ، 1398ھ، عدد الاجزاء: 1، Seerat Ibne Ishaq, Muhammad Ibne Ishaq (D:151 Hijri), Volume:1, Page # 124, Publisher: Daraul Fikar, Berot, 1st Edition (1398 Hijri), Number of Parts: 01

[3] صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، م:256ھ، جلد3، صفحہ88، رقم الحدیث:2262، المحقق محمد زہیر بن ناصر، الطبعۃ الاولیٰ 1422ھ، عدد الاجزاء09، الناشر: دارطوق النجاۃ، Sahih Bukhari, Muhammad Bin Ismail Al-Bukhari, (D:256 Hijri), Volume:3, Hadees No:2262, Researcher: Muhammad Zuhair Bin Nasir, 1st Edition (1422 Hijri), No. of Parts: 09, Publisher: Dar e Toq Al Najat

[4] تفسیر الرازی مفاتیح الغیب اوالتفسیر الکبیر، محمد بن عمر الرازی، م:606ھ، جلد16، صفحہ85، یوم حنین وکانوا خمسۃ عشر رجلاً، الناشر: داراحیاء التراث العربی۔ بیروت، الطبعۃ: الثالثۃ۔ 1420ھ، Tafseer Al Razi, Mafateeh Ul Ghaib, Wa Tafseer Ul Kabeer, Muhammad Bin Umar Al Razi, (D:606 Hijri), Volume:16, Page # 85

[5] الاحکام السلطانیۃ للماوردی، م:450ھ، فصل مصارف الزکاۃ، جلد1، صفحہ196، المؤلفۃ قلوبھم، وھم اربعۃ اصناف، الناشر: دارالحدیث۔ القاھرۃ، عدد الاجزاء: 1۔ لمغنی لابن قدامہ، م:620ھ، کتاب الزکاۃ، جلد2، صفحہ 429،427، الناشر: مکتبۃ القاھرۃ، الطبعۃ: بدون طبعۃ، عدد الاجزاء:10، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، محمد بن احمد، الدسوقی، م:1230ھ، جلد1، صفحہ495، فصل من تصرف لہ الزکاۃ ومایتعلق بذلک، الناشر: دارالفکر، الطبعۃ: بدون طبعۃ وبدون تاریخ، عدد الاجزاء:4۔

[6] تفسیر الرازی مفاتیح الغیب اوالتفسیر الکبیر، محمد بن عمر الرازی، م:606ھ، جلد16، صفحہ86، Al-Ahkam Ul Sultani Lilmawardi, (D:450 Hijri), Volume:1, Page # 196, Publisher: Dar Ul Hadees, Al-Qahra, No. of Parts: 1, Le-Mughni Le-Ibne Quddama, (D:620 Hijri), Volume:2, Page # 427 & 429, Publisher: Maktabat Ul Qahra, No. of Parts: 10, Hashiat Al Dasooqi Ala Al-Sharah al kabeer, Muhammad Bin Ahmad, Al-Dasooqi (D:1230 Hijri), Volume:1, Page # 495, Publisher: Darul Fikar, No. of Parts: 4

[7] الجامع لاحکام القرآن۔ تفسیر القرطبی، محمد بن احمد الخزرجی شمس الدین القرطبی، م:671ھ، جلد8، صفحہ181، تحقیق: احمد، البردونی، الناشر: دارالکتب المصریۃ۔ القاھرۃ، الطبعۃ: الثانیۃ، 1384ھ، عدد الاجزاء: 20 (فی 10 مجلدات)، Al-Jame Ul Ahkaam-Tafseer Ul Qurtabi, Muhammad bin Ahmad Al-khazraji, Shams Ud Din Al-Qurtabi (D:671 Hijri), Volume:8, Page # 181, Research: Ahmad, Albardoni, Publisher: Darul Kutab al Misria-Al-Qahra, 2nd Edition, (1384 Hijri), No. of Parts: 20

[8] التفسیر المظہری، محمد ثناء اللہ، جلد4، صفحہ235، تحقیق: غلام نبی التونسی، الناشر: مکتبۃ الرشدیۃ۔ الباکستان، الطبعۃ:1412ھ، Al-Tafseer Al Mazhari, Muhammad Sana Ullah, Volume: 4, Page # 235, Ghulam Nabi Al-Tonsi, Publisher: Maktabt Ul Al-Rashidia, Pakistan, Edition (1412 Hijri)

[9] الجامع لاحکام القرآن۔ تفسیر القرطبی، جلد8، صفحہ 113، Al-Jame Le-Ahkaam ul Quran, Tafseer ul Qurtabi, Volume: 8, Page # 113

[10] الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیۃ۔ جلد23، صفحہ 319، عند کل من المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ ان سہم المؤلفۃ قلوبھم باق لم یسقط، صادر عن: وزارۃ الاوقات والشؤن الاسلامیۃ۔ الکویت، عدد الاجزاء: 45، الطبعۃ: من 1404ھ۔1427ھ)۔ فقہ السنۃ، سید سابق، م:1420ھ، جلد1، صفحہ 388 تا396، الناشر: دارالکتاب العربی، بیروت۔ لبنان، الطبعۃ: الثالثۃ، 1397ھ۔ Al-Mosooat Ul Fiqhia al-Kwaitia, Volume: 23, Page # 319, Publisher: Wazarat ul Auqat wa Shaoon ul Islamia. Al-kawait, No. Parts: 45, Edition (1404 – 1427 Hijri), Fiqh Al-Sunnah, Syed Sabiq, (D: 1420 Hijri), Volume:1, Page # 388 to 396, Publisher: Dar ul Kutab al arabi, beroot. Labnan, 3rd Edition (1397 Hijri)

[11] النہایۃ: لابن الاثیر، ج2، ص156۔ ط۔ المطبعۃ الخیریہ۔ Al-Nihaya Le-Ibne Ul Aseer, Volume: 2, Page # 156

[12] احکام القرآن للجصاص، احمد بن علی، م:370ھ، جلد2، صفحہ 291، وانہا مائۃ من الابل، فمنھا حدیث سھل بن ابی حثمۃ، تحقیق: عبدالسلام، الناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔ لبنان۔ الطبعۃ: الاولیٰ، 1415ھ، عدد الاجزاء: 03، Ahkam Ul Quran Lel-Jasaas, Ahmad Bi Ali, D:370 Hijri, Volume: 2, Page # 291, Research: Abdussalam, Publisher: Darul Kutab Al Elmia, Beroot, Labnan, 1st Edition 1415 Hijri, No. Parts:03

[13] خود الدردیر نے اپنی شرح میں شہر پناہ کی دیوار اور کشتیاں زکوۃ سے بنائے جانے کو اس صورت میں ناجائز کہا ہے جبکہ وہ برائے جہاد نہ ہو۔ الشرح الصغیر وحاشیۃ الصاوی، صفحہ 233، 234، Khud-Al-Durder In his commentary, he said that it is not permissible to build a city wall and boats with zakat unless it is for jihad. Al-Sharah Ul Sagheer, wa Hashia Al-Sawi, Page # 233, 234

[14] سنن ابوداؤد، للامام سلیمان بن الاشعث السجتانی م:275ھ،، جلد:2، صفحہ 117، رقم الحدیث:1630، تحقیق: محمد محی الدین عبدالحمید، الناشر: المکتبۃ العصریہ، بیروت، عدد الاجزاء:04، Sunan Abu-Dawood, Lil-Imam Sulemaan Bin Al-Shas Al-Sajistani, D: 275 Hijri, Volume: 2, Page #117, Hadees No.1630, Research: Muhammad Mohiddin Abdul Hameed, Publisher: Al-Maktabat Ul Asria, Beroot, No. of Parts: 04

[15] صحیح البخاری، جلد8، صفحہ 117، رقم الحدیث 6568، Saheeh Ul Bukhari, Volume: 8, Page # 117, Hadees No.6568

[16] مسند احمد ط الرسالۃ، احمد بن حنبلؒ، م: 241ھ، جلد20، صفحہ 26، رقم الحدیث: 12555، تحقیق: شعیب الارنؤوط، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الاولیٰ، 1421ھ، Masnad Ahmad, Al-Risala, Ahmad Bin Hanbal (D:241 Hijri), Volume:20, Page # 26, Hadees No.12555, Research: Shoaib Ul Arnaoot, Publisher: Mosesat ul Risaala, 1st Edition (1421 Hijri)

[17] صحیح البخاری، جلد4، صفحہ 28، رقم الحدیث: 2853، راوی، ابوھریرہ، من احتبس فرسا فی سبیل اللہ ایمانا وتصدیقا بوعدہ، Saheeh Bukhari, Volume: 4, Page # 28, Hadees No.2853, Rawi: Abu Huraira

[18] سنن النسائی، احمد بن شعیب، م:303ھ، جلد6، صفحہ 49، رقم الحدیث:3186، من انفق نفقۃ فی سبیل اللہ کتبت لہ بسبع مائۃ ضعف، تحقیق: عبدالفتاح ابو غدۃ، الناشر: مکتب المطبوعات الاسلامیۃ۔ حلب، الطبعۃ: الثانیۃ، 1406ھ، Sunan Nisai, Ahmad Bin Shoaib, (D:303 Hijri), Volume: 6, Page #49, Hadees No.3186, Research: Abdul Fattah abu udda, Publisher: maktab ul matboat al islamia, Halb, 2nd Edition (1406 Hijri)

[19] سنن ابی داوٗد، سلیمان بن الاشعث، م: 275ھ، جلد2، صفحہ 119، رقم الحدیث: 1635، لاتحل الصدقة لغنی الا لخمسة، تحقیق: محمد محیی الدین، الناشر: المکتبۃ العصریۃ، صیدا۔ بیروت، عدد الاجزاء: 4، Sunan Abi Daud, Suleman Bin Al-Ashas, D: 275 Hijri, Volume: 02, Page # 119, Hadees No.1635, Research: Muhammad Mohiddin, Publisher: Al-Maktabat ul Asria, Sayyeda, Beroot, No. of Parts: 04

[20] مسند احمد، جلد17، صفحہ 370، رقم الحدیث 11268، Masnad Ahmad, Volume: 17, Page # 370, Hadees No.11268

[21] سنن الترمذی۔ البشار، جلد2، صفحہ 41، رقم الحدیث: 659، باب ماجاء ان فی المال حقا سوی الزکاۃ، Sunan Tirmizi- Albashar, Volume: 02, Page # 41, Hadees No.659

[22] سورۃ التوبۃ 09 : 20، Sura Toba : 09: 20

[23] مسند احمد، احمد بن حنبلؒ، م: 241ھ، جلد14، صفحہ 218، باب مسند ابی هریره، رقم الحدیث 8540، تحقیق: شعیب الارنؤوط، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الاولیٰ، 1421ھ، Musnad Ahmad, Ahmad Bin Hanbal, D: 241 Hijri, Volume:14, Page # 218, Hadees No.8540, Research: Shoaib Ar-Naoot, Publisher: Mosisat al risala, 1st Edition, 1421 Hijri

[24] صحیح البخاری جلد4، صفحہ 27، رقم الحدیث: 2843، Saheeh Ul Bukhari, Volume: 4, Page # 27, Hadees No.2843

[25] سنن ابی داوٗد، سلیمان بن الاشعث، م: 275ھ، جلد2، صفحہ 125، رقم الحدیث: 1663، من کان عنده فضل ظهر، فلیعد به علی، تحقیق: محمد محی الدین، الناشر: المکتبۃ العصریۃ، صیدا۔ بیروت، عدد الاجزاء: 04، Sunan Abi Daud, Suleman Bin Al-Ashas, D: 275 Hijri, Volume: 2, Page # 125, Hadees No.1663, Research: Muhammad Mohiddin, Publisher: Al-Maktabat Ul Asria, Sayyeda, Beroot, No. of Parts:04

[26] مسند احمد، جلد28، صفحہ 620، رقم الحدیث: 17400، Masnad Ahmad, Volume: 28, Page # 620, Hadees No.17400

[27] صحیح البخاری، جلد4، صفحہ 15، رقم الحدیث: 2786، Saheeh Ul Bukhari, Volume: 4, Page # 15, Hadees No.2786

[28] سورۃ الصف 61 : 10، 11، Sura Saff, 61: 10,11

[29] صحیح مسلم، جلد4، صفحہ 1806، رقم الحدیث: 2313، Sahih Muslim, Volume: 04, Hadees No.2313

[30] سنن ابی داوٗد، جلد2، صفحہ 129، رقم الحدیث: 1678، ایضاً، Sunan Abi Daud, Volume: 2, Page # 129, Hadees No.1678

[31] الرحیق المختوم، صفی الرحمن مبارک پوری، م: 1427ھ، جلد1، صفحہ 398، وجاء عاصم بن عدی بتسعین وسقا من التمر، الناشر: دار الهلال۔ بیروت، الطبعۃ: الاولیٰ، عدد الاجزاء: 1، نیز اخرجه البیهقی من طریق ابن اسحاق کذا فی التاریخ لابن عساکر (ج1 ص108)، Al-Raheeq Ul Makhtoom, Saif Ul Rahman Mubarak Poori, D: 1427 Hijri, Volume:1, Page # 398, Publisher: Dar ul Hilal-beroot, 1st Edition, No. of Parts:1, Al-behaqi min tareeq ibne Ishaq and tareekh ibne asakar, Volume:1, Page # 108

[32] مغازی الواقدی، جلد3، صفحہ 992، غزوہ تبوک، عبارت: فی بیت عائشة رضی الله عنها فیه مسک، ومعاضد وخلاخل، Maghazi Al-Waqidi, Volume: 3, Page # 992

[33] صحیح مسلم، جلد4، صفحہ 1907، رقم الحدیث: 2452، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، جلد8، صفحہ 154، کانت تعمل بیدها، وتصدق، Saheeh Muslim, Volume: 4, Page # 1907, Hadees No.2452, Volume: 8, Page # 154

[34] سنن الترمذی، محمد بن عیسیٰ الترمذی، م: 279ھ، جلد6، صفحہ 67، رقم الحدیث: 3701، تحقیق: بشّار عواد، الناشر: دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1998ء، عدد الاجزاء: 06، Sunan Tirmizi, Muhammad Bin Essa, D: 279 Hijri, Volume: 6, Page # 67, Hadees No.3701, Research: Bashar Awad, Publisher: Dar Ul Gharb Al Islami, Beroot, 1998 A.D, No. of Parts: 06

[35] صحیح مسلم، جلد3، صفحہ 1505، باب فضل الصدقة فی سبیل اللہ، رقم الحدیث:1892، ناقة کلها مخطومة۔ Saheeh Muslim, Volume: 3, Page # 1505, Hadees No.1892

[36] مسند احمد، جلد39، صفحہ 437، باب حدیث جبلة بن حارثة الکلبی، عبارت: کان اذا لم یغز ، اعطی سلاحه علیا او اسامة، Musnad Ahmad, Volume: 39, Page # 437

[37] سنن ابی داؤد، جلد3، صفحہ 90، رقم الحدیث:2780، ولا تحبسی منه شیئا فواللہ لا تحبسین منه۔ Sunan Abi Daud, Volume:3, Page # 90, Hadees No.2780

[38] السنن الکبریٰ للبیہقی، احمد بن حسین البیہقی، م:458ھ، جلد9، صفحہ 290، رقم الحدیث: 18573، یا معشر المهاجرین والانصار، ان من اخوانکم قوما لیس لھم مال، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، الناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔ لبنات، الطبعۃ: الثانیۃ، 1424ھ۔ Al-Sunan Ul Kubra,Lil-Behaqi, Ahamd Bin Hussain Al-Behaqi, D: 458 Hijri, Volume: 09, Page # 290, Hadees No.18573, Research: Muhammad Abdul Qadar, Publisher: Darul Kutab Al-elmia, beroot-labnan, 2nd Edition (1424 Hijri)

[39] صحیح البخاری، جلد2، صفحہ 109، رقم الحدیث:1416، اذا امرنا بالصدقہ، انطلق احدنا الی السوق۔ Saheeh Ul Bukhari, Volume: 2, Page # 109, Hadees No.1416

[40] صحیح البخاری، جلد7، صفحہ 158، رقم الحدیث: 5881، خرج النبی ﷺ یوم عید، فصلی رکعتین۔۔فامرھن بالصدقۃ۔ Saheeh Ul Bukhari, Volume: 7, Page # 158

[41] صحیح مسلم، جلد4، صفحہ 1806، رقم الحدیث: 2312، یعطی عطاء لا یخشی الفاقۃ، نیز البدایۃ والنھایۃ ط احیاء التراث، جلد6، صفحہ 48۔ Saheeh Muslim, Volume:4, Page # 1806, Hadees No.2312, Al-bidaya wa Nihaya, Ahya ul Turas, Volume: 6, Page # 48

[42] البدایۃ والنھایۃ، جلد7، صفحہ 183، تصدق عبدالرحمن بن عوف علی عھد النبی ﷺ۔ عن معمر الزھریل، Al-Bidaya Wa Nihay, Volume: 7, Page # 183

[43] در مختار مع الشامی، جلد6، صفحہ 348، زکریا۔ Dar Mukhtar Ma Alshami, Volume: 6, Page # 348

[44] البحر الرائق، باب المصرف، جلد2، صفحہ 240، کذافی مجمع الانھر، جلد1، صفحہ 219، داراحیائے التراث العربی، وبدر المنتقی فی شرح الملتقی، جلد1، صفحہ 219، Al-Bahar Ur Raiq, Volume: 2, Page # 240, Majma Ul Anhar, Volume: 1, Page # 219, Publisher: Dare Ahya Al Turas al arabi, wa badar al muntaqi fi sharah al mulqi, Volume: 1, Page # 219

[45] سورۃ التوبۃ09 : 60، Surat Ul Toba: 09: 60

[46] سورۃ البقرۃ02: 273، Surat Ul Baqara 02: 273

[47] سورۃ البقرۃ02: 195، Surat Ul Baqara 02: 195

[48] صحیح البخاری، جلد2، صفحہ 122، رقم الحدیث:1468، Saheeh Ul Bukhari, Volume: 2, Page # 122, Hadees No.1468

[49] بدایۃ المجتهد ونھایۃ المقتصد، محمد بن احمد القرطبی ابن الرشد، م:595ھ، جلد2، صفحہ 39، الناشر: دارالحدیث۔ القاھرۃ، الطبعۃ: بدون طبعۃ، تاریخ النشر: 1425ھ، عدد الاجزاء: 4، Bidayt ul Mujtahid wa Nihayat ul Muqtasid, Muhammad Bin Ahmad al Qurtabi ibne Rushd, D: 595 Hijri, Volime: 2, Page # 39, Publisher: Dar ul Hadees- Al Qahra, without Edition, Date of Publish: 1425 Hijri, No. of Parts: 04

---

[50] تفسیر الطبری، محمد بن جریر الطبری، م: 310ھ، جلد14، صفحہ 319، تحقیق: احمد محمد شاکر، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الاولیٰ، 1420ھ، عدد الاجزاء: 24،
Tafseer Tabri, Muhammad bin Jurair Al-Tabri, D: 310 Hijri, Volume: 14, Page# 319, Research: Ahmad Muhammad Shakir, Publisher: Mosisat Ul Risala, 1st Edition, 1420 Hijri, No. of Parts: 24

[51] کتاب الاموال، ابوعبید القاسم بن سلام، جلد1، صفحہ 615، رقم: 1566، كُلُّ أَرْضٍ مَيْتَةٍ اسْتَحْيَاهَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَأَحْيَاهَا بِالْمَاءِ وَالنَّبَاتِ، تحقیق: خلیل محمد ھراس۔ الناشر: دارالفکر۔ بیروت۔ عدد الاجزاء: 1،
Kitab Ul Amwal, Abu Ubaid Al Qasim bin Salam, Volume: 1, Page # 615, No.1566, Research: Khalil Muhammad Haras, Publisher: Darul Fikar, Beroot, No. of Parts: 1

[52] کتاب الخراج لابی یوسف، م: 182ھ، جلد1، صفحہ 28، الناشر: المکتبۃ الازھریۃ للتراث، تحقیق: طٰہ عبدالرؤف سعد، الطبعۃ: طبعۃ جدیدۃ مضبوطۃ، عدد الاجزاء: 1،
Kitab Ul Kharaj Le-Abi Yusuf, D: 182 Hijri, Volume: 1, Page # 28, Publisher: Al-Maktabt Ul Azharia le Turas, Research: Taha Abdur Rauf Saad, New Edition, No. of Parts: 1

[53] سنن الدار قطنی، ابوالحسن علی بن عمر، م: 385ھ، جلد5، صفحہ 178، رقم الحدیث: 4163، محقق: شعیب الارنؤوط، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔ لبنان، الطبعۃ: الاولیٰ، 1424ھ، 2004ء، عدد الاجزاء: 5،
Sunan Al Dar e Qutni, Abu Hassan Ali bin Umar, D: 385 Hijri, Volume: 5, Page # 178, Hadees No.4163, Research: Shoaib al Naoot, Publisher: Mosesat ul Risala, beroot, labnan, 1st Edition, 1424 Hijri (2004 AD), No. of Parts: 5

[54] کتاب الاموال، جلد1، صفحہ 21، رقم: 37، الغنیمۃ تقسم علی خمسۃ اخماس،
Kitab Ul Amwal, Volume: 1, Page # 21, No.37,

[55] تاریخ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد، م: 808ھ، جلد3، صفحہ 174، وعلی الاندلس السمح بن مالک الخولانی، تحقیق: خلیل شحادۃ، الناشر: دارالفکر، بیروت۔ الطبعۃ: الثانیۃ، 1408ھ، عدد الاجزاء: 1،
Tareekh Ibne Khaldoon, Abdur Rahman bin Muhammad, D: 808 Hijri, Volume: 3, Page # 174, Publisher: Darul Fikar, Beroot, 2nd Edition, 1408 Hijri, No. of Parts: 1

[56] کتاب الاموال، جلد1، صفحہ 71، رقم: 143، تحقیق: خلیل محمد ھراس۔ الناشر: دارالفکر۔ بیروت۔ عدد الاجزاء: 1،
Kitab Ul Amwal, Volume: 1, Page # 71, No.143, Research: Khalil Muhammad Hiras, Publisher: Darul Fikar, Beroot, No. of Parts: 1

[57] فتوح البلدان، احمد بن یحیی البلاذری، م: 279ھ، جلد1، صفحہ 296، فکتب الی النعمان بن عمرو بن مقرن المزنی وکان مع السائب بن الاقرع، الناشر: دار ومکتبۃ الھلال۔ بیروت۔ عام النشر: 1988ء، عدد الاجزاء: 1،
Fatooh Ul Buldan, Ahmad Bin Yahya Al-Bilazari, D: 279 Hijri, Volume: 1, Page # 296, Publisher: Dar wa Maktaba Al Hilal, Beroot, Year of Pubish: 1988 A.D, No. of Parts: 1

[58] المفردات فی غریب القرآن، امام راغب الاصفہانی، م: 502ھ، جلد1، صفحہ 195، تحقیق: صفوان عدنان الداودی، الناشر: دار القلم، الدار الشامیۃ۔ دمشق۔ بیروت، الطبعۃ: الاولیٰ، 1412ھ۔
Al-Mufrdaat fi Ghareeb Al Quran, Imam Raghib Asfahani, D: 502 Hijri, Volume: 1, Page # 195, Research: Safwan Adnan Al Dawdi, Publisher: Dar ul Qalam, Al-Dar ul Shamia, Dimishq, beroot, 1st Edition, 1412 Hijri

[59] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، محمد بن عبدالباقی، م: 1122ھ، جلد5، صفحہ 186، وفد نصاری نجران وقدم علیہ ﷺ، الناشر: دارالکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الاولیٰ، 1417ھ، عدد الاجزاء: 12، نیز دلائل النبوۃ للبیہقی محققا۔ جلد5، صفحہ 382۔ باب وفد نجران۔
Sharah Al Zarqani Alal Mawahib Al Duniate bil Minhe al Muhammadia, Muhammad bin Abdul Baqi, D: 1122 Hijri, Volume: 5, Page # 186, Publisher: Darul Kutab Al Elmia, 1st Edition, 1417 Hijri, No. of Parts: 12, and Dalail Al Nabwat lil Behaqi, Volume: 5, Page # 382

[60] احکام اھل الذمۃ، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزیۃ، م: 751ھ، جلد1، صفحہ176، تحقیق: یوسف بن احمد البکری۔ الناشر: رمادی للنشر۔ الدمام۔ الطبعۃ: الاولیٰ، 1418ھ، عدد الاجزاء: 3، Ahkaam Ahlu Zimma, Muhammad Bin Abi Bakar bin ayub bin saad shams ud din ibne Qayyem al jozia, D: 751 Hijri, Volume: 1, Page # 176, Research: Yusaf bin ahmad al-bakri, Publisher: Ramadi, Al damam, 1st Edition, No. of Parts: 03

[61] احکام اھل الذمۃ، جلد1، صفحہ180، فان مات الکافر فی اثناء الحول سقطت عنہ۔ Ahkaam Ahlu Zimma, Volume: 1, Page # 180

[62] سورۃ الانعام 06 : 164، Surat ul lnam 06: 164

[63] تاریخ الطبری۔ تاریخ الرسل والملوک، محمد بن جریر الطبری، م: 310ھ، جلد3، صفحہ 368، الناشر: دارالتراث۔ بیروت، الطبعۃ: الثانیۃ۔ 1387ھ، عدد الاجزاء: 11۔ Tareekh Al Tabri, Tareekh Al Rasul wal Malook, Muhammad Bin Jurari Al Tabri, D: 310 Hijri, Volume: 3, Page # 368, Publisher: Dar ul Turas, beroot, 1st Edition, 1387 Hijri, No. of Parts: 11

[64] الخراج لابی یوسف، جلد1، صفحہ 153۔ Al-Kharaj le abi Yusaf, Volume: 1, Page # 153

[65] شرح السیر الکبیر، محمد بن احمد السرخسیؒ، م: 483ھ، جلد1، صفحہ 2145، الناشر: الشرکۃ الشرقیۃ الاعلانات، الطبعۃ: بدون الطبعۃ، تاریخ النشر: 1971ء عدد الاجزاء: 5۔ Shara Al Seer Ul Kabeer, Muhammad Bin Ahmad Al Surakhsi, D: 483 Hijri, Volume: 1, Page # 2145, Publisher: Al-Shirkat Ul Sharqia al elanaat, Year of Publish: 1971 A.D, No. of Parts: 5

[66] صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیّر۔ باب تامیر الامام الامری، جلد3، صفحہ 1357۔ رقم الحدیث: 1731، Saheeh Muslim, Kitab Ul Jehaad wal Sear, Volume: 3, Page # 1357, Hadees No.1731

[67] تاریخ الطبری، محمد بن جریرؒ الطبری، م: 310ھ، جلد4، صفحہ 152، الناشر: دارالتراث بیروت، الطبعۃ الثانیہ، 1387ھ، عدد الاجزاء: 11، Tareekh Al Tabri, Muhammad Bin Jurair Al-Tabri, D: 310 Hijri, Volume: 4, Page # 152, Publisher: Darut Turas, beroot, 2nd Edition, 1387 Hijri, No. of Parts: 11

[68] تاریخ الطبری۔ تاریخ الرسل والملوک، جلد4، صفحہ 155۔ Tareekh Al Tabri, Tareekh Ul Rasul wal Malook, Volume: 4, Page # 155

[69] تاریخ الطبری۔ تاریخ الرسل والملوک، جلد4، صفحہ 49۔ Tareekh Al Tabri, Tareekh Ul Rasul wal Malook,, Volume: 4, Page # 49

[70] فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ البلاذری، م: 279ھ، جلد1، صفحہ 132 تا 135، باب: امر حمص، الناشر: دارو مکتبۃ الھلال۔ بیروت، عام النشر: 1988ء، عدد الاجزاء: 1

[71] فتوح البلدان، جلد1، صفحہ 160۔ Fatooh Ul Buldaan, Volume: 1, Page # 160

[72] تاج العروس، محمد بن محمد الزبیدی، م: 1205ھ، جلد5، صفحہ 509، 513، جلد31، صفحہ 24، تحقیق: مجموعۃ من المحققین، الناشر: دارالھدایۃ، نیز لسان العرب، جلد2، صفحہ 251، والخراج: ورم یخرج بالبدن من ذاتہ، والجمع اخرجۃ وخرجان۔ الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، جلد19، صفحہ 51۔ الخراج لغۃ، من خرج یخرج خروجا۔ Taj Ul Uroos, Muhammad Bin Muhammad Al Zubaidi, D: 1205, Volume: 5, Page # 509, 513, Research: Majmooa Min Al Mohaqeqeen, Publisher: Darul Hidaya, and Lisan Ul Arab, Volume: 3, Page # 251, al-mosooat ul al fiqhia al kawaitia, Volume: 19, Page # 51

[73] صحیح البخاری جلد4 صفحہ 98، رقم الحدیث: 3163، طبع ایضاً، Saheeh Ul Bukhari, Volume: 4, Page # 98, Hadees No.3163

[74] کتاب الاموال، جلد1، صفحہ 244، رقم: 503، Kitab Ul Amwal, Volume: 1, Page # 244, No. 503

[75] سنن ابی داؤد، سلیمان بن اشعث، م:275ھ، کتاب الخراج والامارۃ والفیء، جلد3، صفحہ 130، تحقیق: محمد محیی الدین عبدالحمید، الناشر: المکتبۃ العصریۃ، صیدا۔ بیروت، عدد الاجزاء: 4، Sunan Abi Daud, Suleman Bin Ashas, D: 275 Hijri, Kitab ul Kharaj wal Imarate wa fae, Volume: 3, Page # 130, Research: Muhammad Mohiddin, Abdul Hameed, Publisher: Al-Maktabat Ul Asria, Sayyeda, beroot, No. of Parts: 4

[76] الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، علی بن ابی بکر، م:593ھ، جلد2، صفحہ 405، تحقیق: طلال یوسف، الناشر: داراحیاء التراث العربی۔ بیروت۔ لبنان، عدد الاجزاء:4، Al-Hidaya fi Sharah Bidayt ul al mubtadi, Ali Bin Abi Bakar, D: 593 Hijri, Volume: 2, Page # 405, Research: Talal Yusaf, Publisher: Dare Ahya al turas al arabi, beroot, labnan, No. of Parts:04

[77] حوالہ مذکورہ بالا، صفحہ 406، The Above Reference, Page # 406

[78] الاحکام السلطانیۃ للماوردی، علی بن محمد، م:450ھ، جلد1، صفحہ 221، ان الجزیۃ نص، وان الخراج اجتھاد، الناشر: دارالحدیث۔ القاھرۃ، عدد الاجزاء: 1، Al-Ahkaam Ul Sultania, Lil-Mawardi, Ali Bin Muhammad, D: 450 Hijri, Volume: 1, Page # 221, Publisher: Darul Hadees. Alqahra, No. of Parts: 1